بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ
مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

جنوری ۲۰۱۵ء

جلد نمبر ۳۹ شمارہ ۱

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	**THE ASHRAFIA MONTHLY** Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 20 روپے سالانہ: 200 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام **مدرسہ اشرفیہ** بنوائیں	کوڈ نمبر ——— 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149 الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 500 روپے دیگر بیرونی ممالک $ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	کہاں تک اور بگڑے گا ابھی تیرا چلن ساقی	مبارک حسین مصباحی	۳

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں....؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۷

نظریات

فکر امروز	دنیاے انسانیت کے نام قرآن کا ایک فکر انگیز پیغام	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	۹
مشاہدے	اقوامِ متحدہ میں مسلم سائنس دانوں کی یادگار	مولانا فروغ القادری	۱۳

اسلامیات

شعاعیں	توحید ورسالت پر ایمان اور اس کے لازمی تقاضے	محمد طفیل احمد مصباحی	۲۰
عکسِ سیرت	سیرتِ نبوی اور عصری تقاضے	محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	۲۴

شخصیات

انوارِ حیات	امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ	سید اسد علی اویسی	۲۸
ذکرِ رفتگاں	علامہ فاروق وشبلی۔ایک تجزیاتی مطالعہ	محمد افروز قادری چریاکوٹی	۳۰

سیاسیات

آئینۂ وطن	بابا رام پال دہشت گرد کیوں نہیں کہے جاتے؟	ڈاکٹر غلام زرقانی	۳۵

بزمِ دانش

فکر ونظر	ملفوظاتِ صوفیہ۔گراں قدر ادبی سرمایہ	خالد ایوب مصباحی/محمد عارف حسین مصباحی	۳۷

ادبیات

گوشۂ ادب	پروفیسر فاروق احمد صدیقی کی نعتیہ شاعری	ثناء اللہ اطہر مصباحی	۴۴
نقد ونظر	اہلِ سنت کی آواز	مبصر: محمد طفیل احمد مصباحی	۴۹
آئینۂ کتب	کتبِ موصولہ	ادارہ	۵۰
خیابان حرم	نعتیں	قمر جیلانی/انس مسرور ترابی	۵۱

مکتوبات

صداے بازگشت	محمد خلیل مصباحی چشتی/ممتاز عالم مصباحی		۵۲

سرگرمیاں

خیر وخبر	عرس فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علیہ الرحمہ/مخدوم علی ماہمی کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت/ اسلام پور میں ماہ نامہ پیغامِ حق کا اجرا۔		۵۴

آگرہ میں غریب مسلمانوں کے جبراً مذہب تبدیل کرانے کا حادثہ

کہاں تک اور بگڑے گا ابھی تیرا چلن ساقی

مبارک حسین مصباحی

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اس کے جمہوری نظام میں ہر مذہب والے کو اپنے مذہب کے مطابق رہنے سہنے اور زندگی گزارنے کا حق ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ ہر دور کے ہندوستان میں اسی پر عمل بھی رہا ہے۔ دعوت و تبلیغ کا ہر مذہب والے کو حق ہے۔ اگر کوئی فرد اپنے اطمینانِ قلب کے بعد کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو یہ قانونی طور پر کوئی جرم نہیں مگر افسوس اسی ہندوستان کے مختلف صوبوں میں "لو جہاد" کا ناٹک رچایا گیا اور مسلم نوجوانوں کو بدنام کرنے کی سازش کی گئی کہ یہ لوگ غیر مسلم لڑکیوں کو فریب دے کر محبت کرتے ہیں اور پھر انھیں جبراً مسلمان کر لیتے ہیں، حالاں کہ اب یہ بات پورے طور پر بے نقاب ہو چکی ہے کہ اس کے پیچھے آر ایس ایس وغیرہ ہندو تنظیموں کی منظم سازش ہے۔ اب تک ایسا کوئی معاملہ سامنے نہیں آیا، بلکہ ضلع میرٹھ کی تحصیل کھر کھودا کے ایک گاؤں سراواں میں ایک غیر مسلم لڑکی کی محبت کا معاملہ سامنے آیا تو اس نے آر ایس ایس وغیرہ کی مکمل پول کھول دی اور ہندو تنظیمیں سرِ عام رسوا اور ذلیل ہو گئیں اور اب یہ ہندو سازشیں سامنے آرہی ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو بنانے کا ایک جال پھیلایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو ہندو بنانے پر پانچ لاکھ روپے اور ایک عیسائی کو ہندو بنانے پر دو لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اس تعلق سے باضابطہ ہندوؤں میں چندوں کی اپیل بھی ہو رہی ہے، یہ صرف مذہبی طور پر ہی غلط نہیں بلکہ اس ملک کے جمہوری نظام کے بھی خلاف ہے۔ اس کی مختلف جہتوں سے مذمت ہونی چاہیے بلکہ ہندوستانی قانون کے مطابق ان کو سخت سزائیں بھی ملنا چاہیے۔

آگرہ کی خبر منظرِ عام پر آنے کے بعد ملک اور بیرون ملک اس کی سخت مذمت کی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کو امید تھی کہ سماج وادی پارٹی ان کی حمایت کرے گی مگر افسوس اس نے بھی اپنا رویہ بدل دیا ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی چند دن قبل ملائم سنگھ یادو نے ایک تقریب کے دوران پردے کے خلاف بہت سخت جملے کہے تھے اور پردہ کرنے والی خواتین کو جیل تک میں ڈال دینے کی وکالت کی تھی۔ مظفر نگر کے فسادات کے دوران بھی جو لچر اور ڈھیلا ڈھالا رویہ ملائم سنگھ نے اپنایا تھا وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ یہ واقعات ایسے ہیں جو ملائم سنگھ اور ان کی سماج وادی پارٹی کی پالیسیوں میں تبدیلیوں کا واضح اشارہ دیتے ہیں۔ ورنہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ملائم سنگھ کو ان کی مسلم نواز پالیسیوں کی وجہ سے ان کے مخالفین مولانا ملائم سنگھ کہتے تھے۔ کسی وقت یوپی کے مسلم کسی مسلم قائد پر بھروسا کرنے کے بجائے ملائم سنگھ پر زیادہ اعتبار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۲۰۱۲ء کے اسمبلی انتخابات میں جب ان کو زبردست کامیابی ملی تو ان کی سب سے بڑی مخالف مایاوتی نے کہا کہ یوپی کے ۷۰ رفی صد مسلمانوں نے ملائم سنگھ کو ووٹ دیے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے اس قدر بڑی تعداد میں ووٹ دے کر ملائم سنگھ کی قیادت میں اعتماد جتائے جانے کے باوجود ملائم سنگھ نے اپنا رویہ بدل لیا ہے اور یوپی کے مسلمان سوچ رہے ہیں کہ آخر ایک مسیحا ہی ان کو زخم لگانے کے لیے کیوں نکل پڑا ہے۔؟" (انقلاب ۱۳ر دسمبر ۲۰۱۴ء)

سرِ دست ہمارا رخ آگرہ کے ساٹھ سے زیادہ مسلم خاندانوں کو جبراً ہندو بنانے سے متعلق ہے۔ در اصل ہوا یہ کہ بی پی ایل کارڈ بنوانے اور دیگر سہولیات کا لالچ دے کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ جب اس حادثے کی خبریں میڈیا میں آئیں اور دنیا کے ہر طبقے کے منصف مزاج افراد نے اس کی مذمت کی تو ان مسلمانوں کو ہوش آیا اور احساس ہوا کہ ہم نے معمولی سے دنیاوی مفاد کے لیے پوجا پاٹ کر کے انتہائی بدترین جرم کیا ہے۔ اب وہ لوگ کھلے دل سے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اب ہم ذیل میں اخبارات کے حوالے سے چند خبریں نوٹ کرتے ہیں۔

آگرہ میں مذہب تبدیل کرانے کا بدترین حادثہ: مرکز میں مودی کی قیادت میں این ڈی اے کی حکومت بننے کے ساتھ ہی ملک بھر میں آر ایس ایس اور بجرنگ دل کے صرف حوصلے ہی بلند نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کی کوششیں بھی تیز ہو گئی ہیں۔ اب ان تنظیموں کے کارندے کہیں جبری طور پر تو کہیں لالچ دے کر مسلم خاندانوں کے مذہب تبدیل کرنے کی خبر کے بعد ۸ر دسمبر ۲۰۱۴ء کو ان لوگوں نے جو بات بتائی وہ انتہائی حیران کن اور تشویش ناک

تھی۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ آر ایس ایس اور بجرنگ دل کے لوگوں نے انھیں دھوکہ سے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ انھیں ہندو مذہب اپنانے کے لیے پیسے اور راشن کارڈ بنوانے کا بھی لالچ دیا گیا تھا۔ ان خاندانوں نے اپنی آپ بیتی بتاتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں سے کہا گیا تھا کہ ایک پروگرام ہو رہا ہے، جس میں ہمارے راشن کارڈ اور آدھار کارڈ کے لیے تصویریں کھینچی جائیں گی، ہمیں بالکل ہی پتہ نہیں تھا کہ ہمارا مذہب تبدیل کروا دیا جائے گا۔ اس وقت ہم نے فرقہ وارانہ فضا کے خراب ہونے اور تنازع ہونے کے ڈر سے خاموشی اختیار کی اور کچھ نہیں کہا اور جیسا ہم سے کہا گیا، ہم نے ویسا ہی کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ان کے ساتھ دھرم جاگرن پر کلپ اور بجرنگ دل کے لوگوں نے دھوکا کیا۔ قابل ذکر ہے کہ گزشتہ روز ۶۳؍مسلم خاندانوں کے تقریباً ۳۸۷؍ افراد کے مذہب تبدیلی کے سلسلہ میں ایک پروگرام آگرہ کے تھانہ صدر کے تحت دیوری روڈ پر منعقد کیا گیا تھا، جس میں ان لوگوں کے مذہب تبدیل کرنے کی خبر آئی تھی۔ تبدیلی مذہب کا پروگرام آر ایس ایس کی ذیلی تنظیم ”دھرم جاگرن سمنویہ وبھاگ“ اور بجرنگ دل کی طرف سے کیا گیا تھا، پروگرام کو ”پرکھوں کی گھر واپسی“ کا نام دیا گیا تھا اور برہمنوں کے ذریعہ سبھی کو ہون کرا کر اور منتر دلا کر مذہب تبدیل کرایا گیا۔

حضرت مفتی مدثر خاں قادری نے اس تعلق سے بتایا کہ تفتیش سے معلوم ہوا ہے کہ دیوری روڈ پر رہ رہے مسلم کنبے کولکاتا سے آئے تھے، جن کا روزگار کباڑ کا کام ہے، جو غریب طبقے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس نہ تو شناختی کارڈ ہے اور نہ ہی راشن کارڈ۔ ان لوگوں کو لالچ دیا گیا کہ ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کیا جائے گا۔“ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں جیسے ہی یہ افسوس ناک خبر آئی ملک اور بیرون ملک میں شدید ردِ عمل سامنے آنے لگا۔ مدارس اور تنظیموں نے کھل کر احتجاجات کیے، میڈیا ردِ عمل کی خبروں سے چیخنے لگا۔ دوسرے ہی دن دہلی کے دونوں سیاسی ایوانوں میں بھی اس کی گونج سنائی دی، لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں مباحث کے کچھ حصے ذیل میں درج ہیں۔

دہلی کے دونوں سیاسی ایوانوں میں شدید بحث: حزب اختلاف کی جانب سے اس ناپاک کوشش کے لیے آر ایس ایس، حزب اقتدار بی جے پی اور بجرنگ دل کی شدید طور پر مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ حرکت کی ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

واضح رہے کہ گزشتہ ۸؍ دسمبر ۲۰۱۴ء کو یہ خبر منظر عام پر آئی تھی کہ تقریباً ۶۳؍مسلم خاندانوں کے تقریباً ۳۸۷ لوگوں نے اپنا مذہب تبدیل کرتے ہوئے ہندو مذہب کو اپنا لیا ہے، لیکن اس کے دوسرے ہی دن یہ خبر منظر عام پر آئی کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ آر ایس ایس اور بجرنگ دَل نے لالچ دے کر ان کا جبری مذہب تبدیل کرانے کی کوشش کی تھی۔ آگرہ کے متاثرہ غریب مسلمانوں نے الزام عائد کیا ہے کہ انھیں لالچ دیا گیا تھا کہ ان کا بی پی ایل کارڈ بنا دیا جائے گا، انھیں گھر دیا جائے گا اور انھیں دیگر سہولیات مہیا کرائی جائیں گی۔ ان کا یہ بھی الزام ہے کہ ان کا زبردستی مذہب تبدیل کرایا گیا ہے جس کے بعد قومی سطح پر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بجرنگ دل کے لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے، جب کہ مرکزی حکومت نے اس پورے معاملے سے اپنے کو الگ کر لیا ہے اور اسے ریاستی معاملہ قرار دیا ہے۔

ایوانِ بالا میں مایاوتی نے تبدیلیِ مذہب کے معاملے کو اٹھاتے ہوئے کہا کہ آگرہ میں لوگوں کو لالچ دے کر ان کا مذہب تبدیل کرایا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس سے ملک میں فرقہ وارانہ ماحول خراب ہو گا۔ انھوں نے کہا کہ اس پورے معاملے کے لیے آر ایس ایس ذمہ دار ہے، کیوں کہ یہ سب اسی کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر اسی طرح کی غلط کاریوں پر قابو نہیں پایا گیا تو ملک کا ماحول خراب ہو جائے گا۔

دوسری جانب لوک سبھا میں اس معاملے کو ترنمول کانگریس کے لیڈر سلطان احمد نے اٹھایا۔ انھوں نے کہا کہ وزیر اعظم نریندر مودی کو دیکھنا چاہیے کہ آگرہ میں کیا ہو رہا ہے اور یہ سب کون لوگ کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وزیر اعظم کو چاہیے کہ اس طرح کے عمل پر پابندی عائد کریں ورنہ اس سے پورے ملک کا ماحول خراب ہو گا اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہنچے گا۔ انھوں نے کہا کہ ایک طرف مرکزی وزرا اور بی جے پی کے اراکین پارلیمنٹ میں بدزبانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور دوسری جانب آر ایس ایس اور بجرنگ دل جیسی تنظیمیں لوگوں کا زبردستی مذہب تبدیل کرا رہی ہیں۔ ٹی ایم سی لیڈر نے کہا کہ اگر ملک کے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو قائم رکھنا ہے تو اس طرح کے ناپاک منصوبوں کو روکنا ہو گا۔ جے ڈی یو کے صدر شرد یادو نے پارلیمنٹ کے احاطہ میں میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ تبدیلیِ مذہب جیسی کارگزاری ٹھیک نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندو بنا کر لوگوں کو کس ذات میں شامل کیا جائے گا، انھوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔

تبدیلیِ مذہب پر پارلیمنٹ میں دوسرے دن بھی زبردست ہنگامہ آرائی ہوئی۔ کانگریس، ترنمول کانگریس، راشٹریہ جنتا دل اور مارکس وادی کمیونسٹ پارٹی سمیت مختلف پارٹیوں نے تبدیلیِ مذہب کے معاملہ پر پارلیمنٹ میں بحث اور وزیر اعظم سے بیان دینے کا مطالبہ کیا، جس پر حکومت راضی ہو گئی اور

دوپہر بعد شق ۱۹۳/ کے تحت اس پر بحث شروع ہوئی۔ بحث کا نوٹس کانگریس کے لیڈر جیوتی رادتیہ سندھیا نے دیا تھا۔ تاہم مرکزی وزیر وینکیا نائڈو کے ذریعہ آر ایس ایس کی حمایت میں کھل کر بیان دینے کے بعد اپوزیشن پارٹیوں نے شدید ہنگامہ آرائی کی اور ایوان سے واک آؤٹ کر دیا۔

سماج وادی اور کانگریس پارٹی کے غیر مناسب رویے: جمعرات کو لوک سبھا کا یہ منظر بڑا کربناک تھا کہ سماج وادی پارٹی کے سپریمو ملائم سنگھ یادو اپوزیشن پارٹی کے ممبران کی اس لیے مخالفت کر رہے تھے کہ اپوزیشن والوں نے آگرہ میں سیکڑوں مسلمانوں کو زور زبردستی سے ہندو بنائے جانے کا معاملہ کیوں اٹھایا۔ انھوں نے کہا کہ جب اس بات کو لے کر آگرہ میں کوئی ہنگامہ نہیں ہے تو پھر پارلیمنٹ میں یہ شور شرابہ کیوں مچایا جا رہا ہے؟ حزب اختلاف کو بھی ملائم سنگھ کا یہ رویہ دیکھ کر حیرانی تھی، کیوں کہ یہ پہلا موقع تھا جب لوک سبھا میں ملائم سنگھ کی جانب سے سنگھ پریوار کی زیادتیوں کی کھل کر حمایت کی جاری تھی۔ ملائم سنگھ نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی آگرہ اور یوپی کے دیگر شہروں کے مسلمان اس واقعہ پر رنجیدہ اور ملول نہیں ہیں۔ ملائم سنگھ یا ان کی پارٹی کے کسی ممبر کو شائد یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ علی گڑھ اور دوسرے مقامات پر بھی اس طرح کے پروگراموں کا انعقاد سنگھ کی ذیلی تنظیموں کی طرف سے ہونے والا ہے۔ ملائم سنگھ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ لوک سبھا میں ہونے والے لائیو بحث کو ہندوستان بھر میں لاکھوں مسلمان بہت امید و یاس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور ان کو اس بات کی پوری امید تھی کہ ملائم سنگھ کی جانب سے جبری تبدیلیِ مذہب کی بہت سخت الفاظ میں مذمت کی جائے گی، لیکن مسلمانوں کی تمام توقعات پر پانی پھیرتے وئے ملائم سنگھ نے اس معاملے میں سنگھ پریوار کے موقف کی تائید کی۔ اتنا ہی نہیں مجلس اتحاد المسلمین کے صدر اور ممبر پارلیمنٹ اسد الدین اویسی سے بھی ملائم سنگھ اور ان کے بھتیجے کی جھڑپ ہوئی، اسد الدین اویسی کو لگا کہ جبری تبدیلیِ مذہب میں یوپی حکومت اور مرکزی حکومت کی ملی بھگت ہے، اس کے خلاف انھوں نے آواز اٹھائی تو ایس پی کے ممبر اویسی پر برہم ہو گئے، حالاں کہ اس وقت اسد الدین اویسی پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔

سیکولرزم کی سیاست کرنے کا دعویٰ کرنے والی کانگریس پارٹی نے تبدیلیِ مذہب جیسے اہم ترین موضوع پر اپنے لیڈران اور ترجمانوں کو خاموش رہنے کی ہدایت دی ہے۔ حالاں کہ اس مسئلہ پر کانگریس پارٹی دو نظریہ کے تحت دو حصوں میں تقسیم بھی ہو گئی ہے، تاہم کانگریس پر غیر سیکولر لیڈران کا قبضہ ہے، چناں چہ اس وقت پارٹی میں جو بھی فیصلے ہو رہے ہیں وہ ان کے بنائے ہوئے لائحۂ عمل کے تحت ہو رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر سیکولر طبقہ کا خیال ہے کہ تبدیلیِ مذہب پر آر ایس ایس اور وی ایچ پی کے خلاف کھل کر بولنا چاہیے، جب کہ کانگریس کے غیر سیکولر طبقہ کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ پر خاموش رہنا ہی سیاسی عقل مندی ہے۔ یہی نہیں بلکہ کانگریس اعلیٰ کمان اور کانگریس کے نائب صدر راہل گاندھی ملک کے ۲۵/ کروڑ مسلمانوں کے تئیں تذبذب کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ایک طرف نئے مسلم لیڈر شپ پر کوئی توجہ نہیں ہے، وہیں دوسری طرف پرانے کانگریسی لیڈران کو پوری طرح سے سائڈ لائن کر دیا گیا ہے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق کانگریس شعبۂ میڈیا کے چیف اجے ماکن نے اپنے تمام ترجمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ تبدیلیِ مذہب پر کسی طرح کا بیان نہ دیں اور نہ ہی اس موضوع پر منعقد ہونے والے ٹیلی وژن کے مباحثوں میں حصہ لیں۔ تبدیلیِ مذہب کے موضوع پر صرف کانگریس کے نوجوان لیڈر جیوتی راج سندھیا نے ہی ایک انگریزی نیوز چینل پر ہونے والے مباحثہ میں حصہ لیا ہے، جس کے سلسلے میں ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ ان کا خود کا فیصلہ تھا، جس سے پارٹی متفق نہیں ہے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق اس اہم سوال پر کانگریس میں سیکولر اور غیر سیکولر طبقہ آمنے سامنے ہیں۔ کانگریس میں سیکولر طبقہ کی نمائندگی کرنے والوں میں منی شنکر ایئر، کانگریس کے جنرل سکریٹری دگ وجے سنگھ، اجیت جوگی، جیوتی راج سندھیا، سچن پائلٹ وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

امریکی وزارتِ خارجہ کا سخت بیان: ہندوستان میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں اور عیسائیوں کی جبراً مذہب تبدیلی پروگرام پر پوری دنیا کی نگاہ جم گئی ہے۔ امریکہ نے کہا ہے کہ ہندوستان میں جبری تبدیلی مذہب پر اس کی نظر ہے۔ امریکی وزارت خارجہ کے ذریعہ جاری کردہ بیان میں کہا گیا ”ہم ہندوستان میں حالیہ پیش آنے والے مبینہ جبری تبدیلیِ مذہب کے واقعات سے واقف ہیں اور ہم نے اس صورتِ حال پر نظر رکھی ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا۔ دنیا کے تمام ممالک میں مذہب اور عقیدے کی آزادی کے احترام کو فروغ دینے کی سمت میں کام کرتے ہیں۔ ہم تمام ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی معیاروں کے تحت مذہبی آزادی کی حفاظت کے لیے کام کریں۔ امریکہ وزارتِ خارجہ کی معمول کی میٹنگ میں جمعرات کو اس معاملے کو اٹھایا گیا تھا، لیکن وزارت خارجہ کی ترجمان جین پساکی نے ہندوستان میں تبدیلیِ مذہب کے موضوع پر بعد میں ردِ عمل ظاہر کرنے کی بات کہی۔ قابلِ ذکر ہے کہ آگرہ میں غریب مسلمانوں کو بی پی ایل کارڈ اور مکان بنا کر دینے کا لالچ دے کر آر ایس ایس کی ذیلی تنظیموں نے

انھیں دھوکا سے اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ آر ایس ایس سے وابستہ ذیلی تنظیمیں تبدیلی مذہب کے اس عمل کو گھر واپسی کا نام دیتی ہیں۔ آگرہ میں کوڑا چننے والے مسلمانوں کو دھوکا سے مذہب تبدیل کرانے کے لیے ذمہ دار دھرم جاگرن منچ کے سربراہ کا خط منظرِ عام پر آیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ ایک مسلمان کا مذہب تبدیل کرانے کے لیے پانچ لاکھ روپے جب کہ عیسائی کا مذہب تبدیل کرانے کے لیے دو لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔

موجودہ صورتِ حال: ۱۴؍ دسمبر ۲۰۱۴ء اتوار کے روز شہر میں ہماہمی تھی، مگر شہر کے کونے پر واقع وید کالونی کے ایک چھوٹے سے پلاٹ میں پھیلی جھگی جھوپڑیوں کے مسلمانوں میں ایک سناٹا طاری تھا، جیسے انھیں مشقِ ستم بننے کا شدید ملال ہو۔ یہ وہی مسلمان تھے جنھیں آر ایس ایس کے غنڈوں کے ذریعہ دھوکے سے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ واقعہ ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا، اس کے باوجود ہمدردوں اور غم خواروں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ بڑے شہروں سے مسلم نمائندے آ رہے تھے، تسلی دینے والوں کی قطار لگی ہوئی تھی، مگر ان کے دلوں کی کسک دور نہیں ہو رہی تھی۔ اور یوں عصر کی نماز کا وقت ہو چلا تھا۔ آناً فاناً کھلے آسمان تلے چٹائیاں بچھ گئیں، وہاں مسجد نہیں تھی، نہ ہی جائے نماز، چادریں بچھ گئیں اور وہی لوگ جنھیں کچھ دن پہلے دھوکے سے دھرم پریورتن کے پنڈال میں بٹھایا گیا تھا، بارگاہِ خداوندی میں سر بہ سجود ہو گئے۔ شہر کے ایک باریش نمازی نے امامت کی ذمہ داری نبھائی اور جبری تبدیلی مذہب کے شکار متاثرین نے بارگاہِ خداوندی میں اپنا سر جھکا کر اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا۔ نماز کے بعد ان کے چہروں پر ایک خاص قسم کی چمک تھی، انھیں مشقِ ستم ہونے کا ملال تھا، مگر جیسے ان کے ایمان مزید پختہ ہو گئے ہوں۔

ہندو یوا واہنی کی سرگرمیوں پر یوپی حکومت کی سخت نظر: آر ایس ایس کی ذیلی تنظیم دھرم جاگرن سمیتی کے ذریعہ تبدیلیِ مذہب کے پروگرام کے حوالے سے یوپی انتظامیہ سخت ہو گئی ہے۔ اس طرح کے کسی پروگرام کے حوالے سے سخت کارروائی کی بات کہی ہے۔ ڈی آئی جی موہت اگروال نے پروگرام کے منتظمین کو پروگرام نہ کرنے کی وارننگ دی ہے۔ انھوں نے یہ یقین دلایا ہے کہ علی گڑھ میں ہونے والے تبدیلیِ مذہب پروگرام کو نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پولیس انتظامیہ نے پروگرام کے منتظمین سے کہا کہ وہ اس پروگرام کا خیال اپنے دماغ سے نکال دیں۔ اس انتباہ کے باوجود بھی اگر منتظمین نے یہ پروگرام کرنے کی کوشش کی تو ان پر سخت سے سخت کارروائی کی جائے گی۔ ۱۳؍ دسمبر کو انھوں نے علی گڑھ ریجن کے چاروں اضلاع علی گڑھ، ہاتھرس، ایٹہ، کاس گنج کے پولیس سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ ایک میٹنگ کی اور یہ ہدایت جاری کی کہ مذہب تبدیلی کے سلسلہ میں کسی بھی تنظیم کی طرف سے کسی پروگرام کا انعقاد نہ ہونے دیا جائے۔ انھوں نے بتایا کہ ہم نے تمام تھانہ کے انچارجوں کو یہ احکام جاری کیے ہیں کہ اس طرح کا کوئی پروگرام کہیں نہ ہونے پائے، اگر ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری تھانہ انچارج پر ہوگی۔

جبراً مذہب تبدیل کرانے کے معاملے کا ملزم نند کشور بالمیکی کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ اس کا تعلق دھرم جاگرتی منچ سے ہے اور وہ گزشتہ ہفتہ سے مفرور تھا۔ اسے لے کر ایم ایل اے یوگیندر اپادھیائے بھگوان ٹاکیز چوراہے پر پہنچے اور ایس پی سٹی و دیگر افسروں کے سپرد کر دیا۔ اب اسے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ ملزم کے خلاف ۱۲؍ برس پرانے ایک معاملے میں گینگسٹر کی بھی کارروائی چل رہی ہے۔

تبدیلیِ مذہب کے نا پر ریاست میں ہندوتو نواز سخت گیر تنظیموں نے اپنا جارحانہ رخ برقرار رکھتے ہوئے ریاستی حکومت کے لیے مسائل کھڑے کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ وشو ہندو پریشد نے اپنی گولڈن جبلی تقریبات میں مشرقی یوپی میں الگ الگ مقامات پر ۱۰؍ ہزار افراد کی شدھی کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اِدھر آگرہ کے بعد علی گڑھ اور ایٹہ کے علاوہ کشی نگر میں شدت پسند تنظیم ہندو یوا واہنی کے کارکن اپنے سرپرست بی جے پی ایم پی یوگی آدتیہ ناتھ کی شہ پر محاذ گرم کیے ہوئے ہیں۔ دراصل منگل کو کشی نگر ضلع کے نرسریا گاؤں کے ٹولہ ڈِبنی چوراہے پر اجتماعی بھوج کے نام پر ہندو رسم و رواج کے مطابق ہون پوجا کرنے اور کچھ کنبوں کو ہندو مذہب میں شامل کرنے کا ہندو یوا واہنی کا پروگرام تھا۔ انتظامیہ نے اس پر پابندی لگا دی تھی۔ یوا واہنی کے کارکنوں نے اپنی سرگرمی شروع کی تو ان کی گرفتاری کا سلسلہ تیز ہو گیا۔ ضلع انتظامیہ نے دفعہ ۱۴۴؍ لگا کر ہندو یوا واہنی کے ریاستی صدر سنیل سنگھ سمیت ۸۲؍ عہدے داروں اور کارکنوں کو گرفتار کیا۔ ان سب کو شام کے وقت رہا کر دیا گیا۔

ہم نے آگرہ میں مذہب تبدیل کرانے اور ان حضرات کے اپنے مذہب اسلام پر باقی رہنے کے تعلق سے میڈیا سے اقتباسات اداریہ میں سپرد قلم کیے ہیں۔ اس وقت بھی آر ایس ایس وغیرہ ہندو تنظیموں کے تیور سخت اور منظم ہیں اور اب یہ شرعی مسئلے ہونے کے ساتھ سیاسی مسئلہ بن گیا ہے۔ اب آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ ☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

مسجد کی رقم کہاں اور کس مصرف میں خرچ کریں

کچھ رقم ہے جس میں کچھ مسجد کی ہے اور کچھ ایسے برتن کی جو اسی سے متّصل کمرے میں ایک الگ کمیٹی رکھتی ہے۔ یہ اسی برتن کے کرایہ کی رقم ہے۔ اب ان پیسوں کو اضافہ کی نیت سے کسی تجارت وغیرہ میں لگانا کیسا ہے؟ اور اضافہ رقم کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب

اس طرح کی رقم کا مصرف عرفاً متعیّن ہوتا ہے جو عام طور سے مسلمانوں کو معلوم ہوتا ہے، اس لیے ان رقوم کو ان کے معروف و مشہور مصرف میں ہی صَرف کریں۔ ان کے سوا دوسرے مصرف میں صَرف کرنے کی اجازت نہیں۔ فقہا فرماتے ہیں:

مراعاة غرض الواقفين واجبة.

یہی حکم تبرّعات وعطیات کا بھی ہے۔

ہمارے دیار کے مسلمانوں کے عرف میں اس طرح کی رقوم تجارت میں لگانے کے لیے نہیں ہوتی، نہ تجارت میں لگائی جاتی ہے، اس لیے تجارت میں یہ رقوم لگانا ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں تجارت میں نفع وضرر دونوں کا امکان ہوتا ہے اور ایسے کام میں مسلمانوں یا مساجد کی رقوم کو لگانا نظر ونگہ داشت نہیں بلکہ خیانت ہے، اس لیے بھی اس کی ممانعت ہے۔ فقہا فرماتے ہیں:

أمرنا بابقاء الوقف على ماكان، دون زيادة.

فقہا مسجد کی رقم کو قرض کے طور پر دینے کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ اس میں امکانِ ضرر ہے، اِلّا یہ کہ مسلمانوں پر کوئی بڑی افتاد (مصیبت) آپڑے اور انھیں مسجد کی رقم کی سخت ضرورت ہو اور مسجد کو بھی فی الحال حاجت نہ ہو۔ یہاں تجارت میں لگانا کوئی افتاد نہیں، نہ تجارت کی سخت حاجت یعنی حاجتِ شرعیہ۔ بہارِ شریعت حصہ دہم، ص:۸۶ کے آخری مسئلہ سے جو عالم گیری سے منقول ہے، اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ہاں تمام مسلمانوں اور قاضیِ شریعت یا اعلم علمائے بلد کی اجازت سے دو صورتوں کی اجازت ہے:

(۱) کوئی مکان یا دُکان خرید کر کرایے پر دے دیں۔

بہارِ شریعت میں ہے:

مسجد کی آمدنی سے دُکان یا مکان خریدنا کہ اس کی آمدنی مسجد میں صَرف ہوگی اور ضرورت ہوگی تو بیع کر دیا جائے گا، یہ جائز ہے، جب کہ متولی کے لیے اس کی اجازت ہو۔

(بہارِ شریعت، ص:۸۶، ج:۱۰، بحوالہ عالم گیری)

یہ حکم برتن کے پیسوں کا ہے اور مسجد میں نمازیوں کے درمیان اگر اعلان کر دیں کہ جو رقم وہ مسجد میں دیں گے وہ اس غرض میں بھی استعمال ہوگی تو پھر آئندہ جو رقم مسجد کی جمع ہو وہ بھی اس غرض میں صَرف ہو سکتی ہے۔

(۲) حکومت کے کسی بینک میں فکس ڈپوزٹ کر دیں اور جو نفع ملے اسی پر اکتفا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي.

تبدیلیِ جنس کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

زید عاقل بالغ نے پچیس سال کی عمر میں شادی کی، اس سے اس کو دو بچے ہیں۔ پھر اس نے دوسری شادی کی، اس سے چار بچے ہیں۔ اب اس کی عمر پچپن یا ساٹھ سال کی ہے۔ اس نے بھیلور (Bhelor) جاکر اپنی جنس تبدیل (Sex Change) کروالیا، یعنی اب اس کا عضوِ تناسل اور بیضہ نہیں ہے، پیشاب کی جگہ صرف ایک سوراخ ہے جس سے وہ پیشاب کرتا ہے۔ وہ خود بھی کہتا ہے کہ میں نے اپنی جنس تبدیل کروالی ہے اور اس کے دکھانے پر لوگوں نے دیکھا بھی ہے۔ وہ عورتوں کا لباس پہنتا ہے، کان اور ناک عورتوں کی طرح چھیدوالیا ہے اور اپنا نام عورت کے نام پر "تمنا" رکھا ہے۔ وہ مسجد بھی آتا جاتا ہے، وہ مجنوں یا پاگل نہیں ہے، بلکہ بالکل صحیح وسالم

ہے۔

۱. اب ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

۲. کیا ایسے شخص پر عورت کا حکم نافذ ہوگا؟

۳. اگر وہ مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ عورت کی نیت سے پڑھی جائے گی یا مرد کی نیت سے؟

۴. کیا اس شخص کو اب بھی مسلم برادری میں رکھا جائے گا؟ یا مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے؟

۵. شخص مذکور مخنث لوگوں کے ساتھ رہ کر کمائی کرتا ہے، اب جو اس کی کمائی ہے اس کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۶. کیا ایسا شخص مسجد میں آکر نماز ادا کر سکتا ہے؟

۷. اس کی اولاد اور بیوی کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

۸. کیا اس کے اس عمل سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟

۹. اس شخص کی وجہ سے گاؤں میں بڑا ہنگامہ ہے، نوجوان لڑکوں کا اب اس کے گھر زیادہ آنا جانا ہوتا ہے۔ اس لیے براہِ کرم جلد از جلد حکم شرعی بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

(۱-۹) اللہ نے جسے مرد بنایا وہ مرد ہے اور جسے عورت بنایا وہ عورت۔ مرد اپنی جنس بدل کر عورت نہیں بن سکتا اور عورت اپنی جنس بدل کر مرد نہیں ہو سکتی۔ مردانہ عضوِ تناسل اور بیضہ کٹوا کر الگ کر دینا حرام و گناہ کبیرہ ہے کہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز بگاڑنا ہے جو شیطانی کام ہے۔ یہ شخص عورت نہیں اب بھی مرد کے حکم میں ہے اور مسلمان ہے۔ لہٰذا اس کی وفات ہو تو اس کی نمازِ جنازہ مردوں کی نیت سے پڑھیں، وہ مسجد میں آکر نماز پڑھ سکتا ہے، اس کی اولاد ثابت النسب ہے اور اس کی بیوی اب بھی بیوی ہے، بغیر اس کے طلاق دیے اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ زید متعدّد وجوہ سے گنہگار، فاسق و مستحق غضبِ جبار ہے۔ عضوِ تناسل کٹانا، بیضہ کٹوانا، مخنثوں کے ساتھ رہ کر کمائی کرنا اور ان کا پیشہ اپنانا، نوجوان لڑکوں سے تعلقات رکھنا، ان وجوہ کے باعث اس سے ترکِ تعلق واجب ہے۔ مگر یہ کہ وہ ان تمام ناجائز کاموں سے علانیہ مجمعِ مسلمین میں توبہ کر کے اصلاحِ حال کر لے، اس کے حرام پیشے کی کمائی مسجد میں لگانا جائز نہیں، ہاں معلوم نہ ہو تو الگ حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تعمیرِ مسجد کے لیے سعودی حکومت سے مدد لینا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع، متین مسئلۂ ذیل میں:

ایک گاؤں ہے جہاں تقریباً ۳۰۰ر گھروں پر مشتمل مسلمانوں کی آبادی ہے۔ فی الحال وہاں کی مسجد زیرِ تعمیر ہے اور اس تعمیری کام میں مالی امداد کے طور پر کمیٹی والے "سعودی حکومت" سے ایک موٹی رقم لینا چاہتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سعودی حکومت کی اس رقم کو مسجد میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

سعودی حکومت دراصل نجدی وہابی حکومت ہے جن کے بہت سے عقائد اہلِ اسلام کے عقائد کے خلاف ہیں، جس کا مختصر بیان کتاب "دیوبندی وہابی مذہب کے عقائد و احکام" میں ہے۔ علما نے ان کی تکفیر کی ہے جیسا کہ "سیف الجبار" ص:۸۹، ۹۰ میں ہے۔ اس لیے حکم ہے کہ ان سے قطع تعلق رکھا جائے۔ ان سے دور رہیں اور ان سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ لہٰذا ان سے چندہ لینا ناجائز ہے کہ اس کی وجہ سے باہم مضبوط تعلقات پیدا ہوتے ہیں، مسجدوں میں ان کا آنا جانا شروع ہو جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ ہماری مسجد پر قابض ہو سکتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر کے فتنے میں ڈال سکتے ہیں۔ ان وجوہ کے باعث ان کے یہاں تعاون کے لیے درخواست دینا، تعاون لینا اور ان کے ساتھ تعلقات رکھنا ناجائز ہے۔ لہٰذا ہرگز ہرگز ان سے تعاون نہ لیں اور ثباتِ قدمی کے ساتھ اپنے سنی بھائیوں سے چندہ وصول کر کے آہستہ آہستہ مسجد کی تعمیر مکمل کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

پاکستان علما کونسل کے چیرمین

مولانا محمد طاہر محمود اشرفی

مولانا محمد حسین دعوتِ اسلامی پاکستان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ دیوبندی ہے۔ قارئین غلام رسول دہلوی کے مضمون "اعتدال پسندی کا اسلامی تصور" دسمبر ۲۰۱۴ء میں اصلاح فرمالیں۔ (ادارہ)

فکر امروز

دنیائے انسانیت کے نام

قرآن کا فکر انگیز پیغام

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

میں جس معاشرے میں جی رہا ہوں وہاں بے اعتدالی ،بدحالی ،مکارم اخلاق کا زوال،انسانیت کا استحصال الغرض وحشت سی ہونے لگی ہے۔پھر جب نظریں اپنے معاشرے سے اُٹھ کر عالمی افق پر پڑتی ہیں تو وہاں کا موسم بھی کچھ موزوں دکھائی نہیں دیتا۔اچھے اور اہل علم احباب ذی قدر کی صحبت و رفاقت کی بدولت طبیعت میں حساسیت بہت زیادہ ہے ۔غلط کام پر دل کڑنے لگتا ہے ۔ مضطرب سا ہو جاتا ہوں ۔قلم و قرطاس سے رشتہ کی بدولت برائیوں کے سدباب کے لیے ازراے ہتھیار استعمال کرنا معمول بن گیا ہے ۔ چناں چہ اسی فکر اور جذبہ کی ایک کڑی آپ قارئین کی خدمت میں پیش کردہ مضمون بھی ہے۔انسان اشرف کو دنیا کی رہبری و رہنمائی سونپی گئی۔ انسان کو جو خواص دیگر موجودات سے ممتاز کرتے ہیں۔وہ اس کی قوت عقل و فکر ہے۔یہی خصوصیات انسان کو اس دنیا میں چھپے ہوئے حقائق سے پردہ اٹھانے کی ترغیب دلاتی ہے۔اس لحاظ سے انسان میں حقیقت کی جستجو اور علم دوستی ذاتی ہوتی ہے اور اس کی بنیادوں کا تعلق اس کی توانائیوں اور صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔اسلام مختلف طریقوں سے انسان کی عالم ہستی کے حقائق کے انکشاف میں حوصلہ افزائی کرتا ہے۔اللہ عزَّوَجَلَّ !نے اپنی عظیم مخلوق،بنی نوع انسان کو تمام مخلوقات پر فوق رکھا اور اس کی عزت و توقیر،عظمت و برتری کو بھی دیگر پر واضح فرمادیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا.(پ ۱۵ ،الاسراء،آیت: ۷۰)

ترجمہ:"اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔"

محترم قارئین کرام!ہم اپنی فکر کے گھوڑے دوڑائیں۔تدبر و تفکر سے کام لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنی تخلیق سے لیکر اب تک اپنی تمدنی،مذہبی اور سماجی زندگی میں جن مراحل سے گذرا ہے۔اس میں اس کی ذات کا فطری جائزہ لیا جائے تو اس کی چار شکلیں معلوم ہوتی ہیں۔جو کہ تمام انسانی دنیا میں مسلم رہی ہیں۔اللہ عزَّوَجَلَّ کی لاریب کتاب قران مجید فرقان حمید میں انسان کی ان چار حیثیتوں کے حدود قرائن کا واضح تعین کیا ہے۔جس سے وہ اپنی صالح اور کامیاب زندگی کے ساتھ صالح و فلاحی معاشرہ تشکیل دے سکے۔(۱) فرد (۲)خاندان(۳) قوم اور(۴) بین الاقوامیت۔

محترم قارئین !فرد اور فرد سے معاشرہ بنتا ہے ۔ "socialogy" ایک عمدہ مضمون ہے۔جس کے مطالعہ کے بعد زندگی ، انسان، معاشرہ،سماج،رویہ،مزاج جیسے عنوانات سے ہماری شناسائی ہوتی ہے ۔ چنانچہ سماجی زندگی کو ہم چند اکائیوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ ہر طرق اور زاویہ سے ہم اپنے قاری اور علم سماجیات میں دلچسپی رکھنے والے اور ہر عام و خاص کو ٹھیک ٹھیک سے اس علم کی حقیقت بتا سکیں۔جس کو پڑھ کر قاری نہ صرف معلومات کا خزانہ سمیٹ سکیں بلکہ اس علمی خزانہ کو عملی زندگی میں نافذ کرکے معاشرے کا متحرک و نفع بخش شہری بن سکیں۔

سماجی زندگی کی پہلی اکائی: قرآن مجید میں انسانی شخصیت، انسانی شعور اور نفس انسانی کے لیے نفس ہی کی اصلاح استعمال ہوئی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ لاتعداد مخلوقات میں سے ایک ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اکثر مخلوقات پر فضیلت دی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا.(پ ۱۵ ،الاسراء،آیت: ۷۰)

"اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی ۔اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔"

مذکورہ آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں مفسر فرماتے ہیں :

" حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے

زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبور ہیں۔ یہی ان کی سرشت ہے، ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔"

فکر و نظر کرنے سے اسی بات کا سراغ لگتا ہے کہ انسانی شخصیت بنیادی طور پر انہی اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔ جس سے انسان ایک باشعور مخلوق بنتا ہے۔ انسان کی تکریم میں بحر و بیاباں میں سواری کا ذکر انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت عظمت انسان کی طرف اشارہ ہے۔

انسان اپنے کسب کا خود ذمہ دار ہے: قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسانی شخصیت ایک مستقل اکائی ہے اور وہ دنیا و آخرت میں اپنے کسب کا خود ذمہ دار ہے۔ کسب ہی سے اس کی بقا و اس کا ارتقا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۔

(پ ۲۹، سورۃ المدثر، آیت: ۳۸)

"ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (پ ۳۰، الانفطار آیت: ۱۹)

"جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔"

انسان اور نفس: خالق ہر خشک و تر مالک بحر و بر کے پاکیزہ کلام کے پیغام کے مطابق انسانی شخصیت کا ایک پہلو نفس انسانی ہے۔ اللہ رب العزت کی امانت "نفس" انسان کو مکمل متوازن حالت میں پیدائش کے وقت عطا ہوتی ہے۔ جو انسان اس امانت کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچانے میں کامیاب رہا اور اس کا توازن بگڑنے نہیں دیا وہ کامیاب و کامران ہوگا اور جس نے اس توازن کو بگاڑ دیا وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ اس توازن کا انحصار زندگی کے مختلف گوشوں پر ہے جن میں سر فہرست رزق حلال کا حصول اور بنی نوع انسانیت کے لیے نفع بخش رویہ و عملی اقدامات ہیں۔ ان دونوں افعال سے نفس انسانی کا توازن برقرار اور مستحکم رہتا ہے۔ جب کہ ظلم سے خواہ اس کی نوعیت کسی بھی قسم کی ہو اس کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ یہ ظلم یعنی خلافِ عدل کام کتنا بھی معمولی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی درجے میں نفس کے توازن پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ توازن جتنا زیادہ بگڑتا جائے گا۔ آخرت میں کامیابی کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں اہل ایمان کو نفس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر انسان اعمالِ صالح کرتا رہے اور رزق حلال پر کاربند رہے۔ تو ایک منزل ایسی آجاتی ہے جہاں انسان اپنے رب سے اور اس کا ربّ اپنے بندے سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہ منزل قرآن کی اصطلاح میں نفس مطمئنہ کہلاتی ہے۔ جو انسانی زندگی کا منتہیٰ اور مقصود ہے۔ جس میں زندگی کا سکوں بھی اور زندگی کی راحت بھی اور آخرت کی برکتیں بھی ہیں۔

سماجی زندگی کی دوسری اکائی: قرآن مجید فرقان حمید نے خاندانی زندگی میں اولاد، والدین اور اقربا کے ساتھ رویوں اور تعلقات کی ضرورت و نفاست پر بہت زور دیا ہے۔ اس میں اولاد اور اقرباء کے ساتھ رویوں اور تعلقات میں صلۂ رحمی کے احکامات ہیں۔ لیکن والدین کے ساتھ انتہائی مہربانی اور احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ اولاد یہ رشتہ انسانی فطرت کی گہرائیوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس کے باوجود انسان اس رشتہ میں بھی افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک خوف میں اولاد کے قتل تک تیار ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس کی محبت میں اپنے خالق و رب سے بیگانہ ہو کر اپنا تعلق کمزور بنا دیتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں انسان کو اولاد کے حوالے سے خوف اور محبت کے توازن کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے، فرمایا:

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔ (الاسراء ۔آیت: ۳۱)

ترجمہ: "اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم تمھیں بھی اور انہیں بھی روزی دیں گے بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔"

اسلام والدین و اولاد کا نگہبان ہے: جو لوگ مفلسی کے ڈر سے اپنی زیادہ اولاد کی پیدائش کو روکتے ہیں یا بیٹوں کے لیے وسائل بچانے کی غرض سے اپنی بیٹیوں کو پیدا ہونے نہیں دیتے، یا قتل کر دیتے ہیں، وہ لوگ انسانیت کے بہت بڑے مجرم ہیں۔ کچھ لوگ مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو کام سے لگا دیتے ہیں اور تعلیم و تربیت نہیں دلاتے یہ بھی قتل کے مترادف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ (المنافقون، آیت: ۹)

"اے ایمان والو تمھارے مال نہ تمھاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔"

انسان حریص ہے۔ یہ جہاں دو اور دو چار کی مالا جھپتا ہے۔

وہاں یہ دو ضرب دو چار اور چار ضرب چار کی گردان پڑھتا نظر آتا ہے ہر وقت اس کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ اس کا مال بڑھتا ہی چلا جائے نیز اپنی اولاد کے بے کنار مستقبل کے چکر میں دنیاداری کی دلدل میں اس طرح پھنس جاتا ہے کہ اس کو خالق و پروردگار خدا سے اپنا تعلق کمزور پڑتا ہوا دکھائی نہیں دیتا اور اس طرح دلدل میں پھنس کر اپنا خسارہ کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے اولاد کے لیے فکرمندی بھی اتنی ہی کرنی ہے کہ جس سے انسان اس چکر میں خدا سے اپنے رشتے توڑ نہ بیٹھے۔

والدین کے سماجی حق کے لیے قرآن کا پیغام: انسان اس کے والدین کا احترام و خدمت سب سے پہلا حق ہے اور ان سے احسان کرنے کا حکم ہے۔

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسٰنَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّ وَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَ حَمۡلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ .(سورۃ الاحقاف،آیت:۱۵)

”اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔“

محترم قارئین! مذکورہ آیت کے تحت مفسر کچھ اس طرح کلام فرماتے ہیں خلاصہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو آپ نے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ابوقحافہ اور والدہ کا نام اُمّ الخیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ عمل کی وہ دولت عطا فرمائی کہ تمام امّت کے اعمال آپ کے ایک عمل کے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں صلاح رکھی، آپ کی تمام اولاد مومن ہے اور ان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے کہ تمام عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاحب زادے محمؐد اور عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور آپ کی صاحب زادیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسما اور آپ کے پوتے محمؐد بن عبدالرحمٰن یہ سب مومن اور سب شرفِ صحابیّت سے مشرف صحابہ ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اس کے والدین بھی صحابی ہوں، خود بھی صحابی، اولاد بھی صحابی، پوتے بھی صحابی، چار پشتیں شرفِ صحابیّت سے مشرّف ہوئیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

اسلام کا بے نظیر انداز تربیت: اسلام نے ہر ہر جگہ انسان کی رہبری و رہنمائی فرمائی ہے اور جس انداز میں تربیت کا اہتمام فرمایا عالم دنیا کا کوئی مذہب اسکی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا.وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا . رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ ؕ اِنۡ تَکُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا.(الاسراء،آیت:۲۳تا۲۵)

” اور تمھارے ربّ نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دنوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ تمھارا ربّ خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔“

مذکورہ آیت کے تحت تفسیری خزائن العرفان میں ہے کہ ”ضعف کا غلبہ ہو، اعضا میں قوت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں ان کے پاس بے طاقت تھا۔ ایسے ہی وہ آخرِ عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں۔ یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا، جس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کی طرف سے طبیعت پر کچھ گرانی ہے اور حسنِ ادب کے ساتھ ان سے خطاب کرنا۔ مسئلہ: ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلافِ ادب ہے اور اس میں ان کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔"

اعزاو اقربا سے عدل واحسان کی تعلیم: قرآن حکیم نے انسان کی مفید اور مؤثر عملی زندگی کے لیے عدل واحسان کے رویوں کے ساتھ ساتھ اقربا سے صلہ رحمی کا حکم بڑی اہمیت سے واضح کیا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسٰنِ وَ اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. (النحل ،۹۰)

"بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے۔ بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔"

سماج کا حسن، خیر خواہی میں ہے: اسلام کا یہ مزاج ہے کہ انسان دوسرے عزیز و اقارب کی ضرورت کے بارے میں بھی حساس ہو۔ ہر صاحب استعداد شخص اپنے مال پر صرف اپنا اور اپنے گھر والوں کا ہی حق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کو بھی وہ اپنی لازمی ذمہ داری میں شامل کرے۔ قرآن نے انفاق کو ایمان کا لازمی حصہ قرار دیا ہے اور جہاں بھی انفاق کے مصرف کا بیان کیا۔ اس میں والدین کے بعد اقربا کو خرچ کے مصارف میں شریک کرنے کا حکم دیا۔ عزیز و اقارب کیلئے ان کی طرف سے طلب اور سوال کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ خود اپنی ذمہ داری سے یہ فرضِ منصبی ادا کرنا چاہیے۔ پھر یتیم، مساکین، مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے اور یہ بھی صلہ رحمی کے درجے میں ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے : يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ. (پ ۲،سورۃ البقرۃ،آیت:۲۱۵)

"تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔"

مذکورہ آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں نقل ہے کہ:

"یہ آیت عمرو بن جموع کے جواب میں نازل ہوئی جو بوڑھے شخص تھے اور بڑے مالدار تھے۔ انہوں نے حضور سید عالم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ کیا خرچ کریں؟ اور کس پر خرچ کریں؟ اس آیت میں انہیں بتا دیا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور مصارف اس کے یہ ہیں مسئلہ: آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے ماں باپ کو زکوۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے : فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (پ ۲۱،سورۃ الروم،آیت:۳۸)

"تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہیں کا کام بنا۔"

محترم قارئین! قران مجید فرقان حمید ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آج کائنات آلودہ سے آلودہ تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جبکہ قران ایک مشفق سائبان کی طرح ہماری رہبری و رہنمائی کے لیے ہمارے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے فلاح و سلامتی جو محفوظ قلعہ بتایا ہے اس کا راستہ لازمی طور پر خرچ کرنے کی شاہراہ سے گذرتا ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ رزق کی فراوانی ملتی ہی اس بنیاد پر ہے کہ اس میں والدین، یتیموں، مساکین اور مسافروں کا حق ہے۔ جنھوں نے اس عمل میں بخل سے کام نہ لیا فراخ قلب سے انفاق کے عمل کو جاری رکھا تو وہ ضرور بضرور رحمت الٰہی کی برکتوں، راحتوں سے فیضیاب ہوں گے۔

اس مضمون میں احقر نے مقدور بھر کوشش کی ہے قران کا انسان اور معاشرہ کے حوالے سے جو پیغام ہے اسے بیان کیا جا سکے۔ وہ عقل سے پیادہ لوگ جو تعلیمات اسلام کو دقیانوس اور مسلم ان کو قدامت پرست کہنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کو خدا کے عطا کردہ قانون پر ترجیح دیتے ہیں۔ جنھوں نے ایک فنا ہونے والے جہاں میں فانی انسانیت کو اپنا نجات دہندہ بنالیا ہے۔ انھیں یہ بتایا جاسکتے کہ اسلام کس قدر انسان دوست مذہب ہے۔ جو طرز زندگی اسلام نے پیش کی ہے۔ جن معاشرتی اقدار کو اسلام نے بیان کیا ہے جس انسانی معاشرے کی عکس بندی اسلام نے کی ہے۔ جس انسانی ارتقا کی اسلام نے بات کی ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی جہاں انسان کو کماحقہ پناہ مل سکے۔ مزید مفید معلومات اور علم دوست جذبات کے ساتھ اسی عنوان کے تحت ایک اور تحریر کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ اللہ کریم ہمیں فہم قران کی نعمت سے بہرہ مند فرمائے۔ ☆☆

مشاہدہ

اقوامِ متحدہ میں مسلم سائنس دانوں کی یادگار

مولانا محمد فروغ القادری

الشیخ ابوریحان البیرونی:

وسط ایشیا کی سرزمین سے اسلام کے جو نامور حکما اور ماہرینِ فن آسمانِ علم و فضل پر آفتاب و ماہ تاب بن کر چمکے ان میں استاذ الرئیس الشیخ ابوریحان البیرونی کا نام آب رسے لکھنے کے قابل ہے۔ محقق السنۃ ہونے کے علاوہ وہ علم ہیئت، فلسفہ، جغرافیہ اور علومِ ریاضی میں یکتائے روزگار تھے۔ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف ہیں جن کی تصانیف تمام انسانی علوم پر حاوی ہیں۔ علامہ بیرونی نے اہلِ ہند کے مذاہب، فلسفہ، ادب، جغرافیہ، رسم و رواج اور قوانین پر ایک مہتم بالشان کتاب بھی تالیف کی تھی جو عام طور پر ”کتاب الہند“ کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے بڑی جاں فشانی سے ہندوؤں کے قدیم علوم کی تحقیق کی اور اس مقصد کے لیے اس پر آشوب دور میں اندرونِ ہند کی سیاحت بھی کی اور نہایت ہی صداقت اور بے تعصبی سے اس کام کو انجام دیا اور اپنے حکیمانہ نقطۂ نظر کو کسی شے سے متاثر نہ ہونے دیا۔ علامہ البیرونی کا یہ بے مثال کرنامہ تاریخِ تمدن میں ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا۔

البیرونی کی ولادت سلطان احمد بن محمد کے عہدِ سلطنت میں نواحِ خوارزم کے ایک گاؤں میں ہوئی۔ البیرونی کے مکتوب سے جو انھوں نے ۴۲۷ھ میں اپنے ایک دوست کو اپنی اور شیخ ابوبکر زکریا الرازی کی تصانیف کے بیان میں لکھا تھا، اس کے ذریعہ سے ان کی سوانح عمری سے متعلق بعض اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ رسالہ مع شرح جو عہدِ مابعد میں ابو اسحاق ابراہیم بن محمد التبریزی (۶۳۰ھ-۶۹۲ھ) نے لکھی تھی، جو کہ آکسفورڈ لائبریری لندن میں محفوظ ہے، اس کے مطابق ”امام الشیخ استاذ الرئیس حکیم برہان الحق ابی الریحان محمد بن البیرونی“ ۳/ ذی الحجہ، پنج شنبہ کے دن صبح کے وقت ۳۶۲ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے۔ علامہ بیرونی کے سوانح نگاروں نے اپنی تمام تر تلاش و تحقیق کے باوجود ان کے حسب و نسب اور آباواجداد کی تفصیلات جاننے سے معذور رہے۔ علامہ بیرونی نے اپنی تصانیف میں اپنے والدِ ماجد کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تاریخِ اسلام کے ہزارہا دیگر اکابر و مشاہیر کی طرح ”البیرونی“ کی شخصیت و شہرت بجز ذاتی فضل و کمال کے کسی دوسری شے کی مرہونِ منت نہ تھی۔

”علامہ بیرونی“ کی سب سے پہلی تصنیف جو منظرِ عام پر آئی اور جس سے انھیں اطراف و اکناف میں عمومی شہرت حاصل ہوئی، وہ ”آثار الباقیۃ“ ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت ان کی عمر ۲۷/ سال کی تھی۔ تاہم اس کتاب کی تقدیم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیش تر بھی وہ متعدّد کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ اس میں انھوں نے اپنے استاذ گرامی علامہ ابی نصر منصور بن علی العراقی کا تذکرہ حد درجہ اہتمام شوق کے ساتھ کیا ہے۔ اور جا بہ جا اپنے مربی کے احسانات کے اعتراف میں کلماتِ خیر کہے ہیں۔ علامہ ابی نصر کو بھی اپنے شاگردِ رشید پر بڑا اعتماد اور فخر تھا۔ ابوریحان البیرونی کو علومِ ریاضی اور علومِ فلکیات کا امام کہا جاتا ہے۔ جب کہ انھوں نے دوسرے فنون میں بھی گراں قدر تصانیف چھوڑی ہیں۔

”لندن سینٹرل لائبریری“ میں ایک رسالہ محفوظ ہے جس کا نام ”رسالہ ابونصر ابوریحان فی جدول الدقائق“ ہے، جو فاضل استاذ اور ان کے نامور شاگرد رشید کی مشترکہ طور پر ایک علمی یادگار کی نظر سے دیکھے جانے کا مستحق ہے۔

اگرچہ خوارزم (ایران) اور وسط ایشیا کے دیگر ممالک میں مقامی زبان کے علاوہ فارسی ملکی اور قومی زبان کی حیثیت رکھتی تھی لیکن ان حصوں میں ابھی تک عربی زبان علمی تصانیف کے لیے مخصوص تھی اور تعلیمی ترقی کا دارومدار بڑی حد تک اس زبان میں کامل دست گاہ حاصل کرنے پر تھا۔ البیرونی کی تصانیف سے یہ بات بالکل واضح ہو

جاتی ہے کہ انھیں عربی زبان میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ نہایت گہرا مذاق علمی رکھنے کے باوجود ان کی طبیعت خالص ادبی ذوق کی طرف مائل تھی۔ وہ خود بھی شعر کہتے اور تنقیدِ اشعار میں خاص دل چسپی رکھتے تھے۔ گو کہ علوم میں انھیں علمِ فلکیات اور علمِ ہیئت سے خصوصی دل چسپی تھی جو اخیر عمر تک باقی رہی۔ اس کے علاوہ بالعموم دیگر علوم ریاضی، حکمت و فلسفہ اور تاریخ و آثار علمیہ سے بھی اوائل سے وابستگی تھی۔ اور ان تمام مباحث میں وہ اپنا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ علمِ تصوف اور صوفیہ سے بھی وہ حد درجہ عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ البیرونی کے علم و فضل کی قدر و منزلت جہاں دیگر سلاطین وقت، امرا اور ارباب اقتدار کرتے تھے، وہیں سلطان محمود غزنوی بھی انھیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی کو حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری سے انتہا درجہ عقیدت تھی۔ انھوں نے ''علامہ البیرونی'' سے کہا کہ وہ حضور سید علی ہجویری سے اکتساب فیض کریں اور ان کے آستانۂ کرم پر علومِ باطنی کے حصول کے لیے باضابطہ حاضر ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ محمود غزنوی کی نصیحت پر البیرونی تاحیات کاربند رہے اور دلوں کا یہ رشتہ زندگی کے آخری لمحوں تک باقی رہا۔ محمود غزنوی کی طرح ان کے نام ور غلام اور معتمد وزیر ایاز کو بھی حضور داتا گنج بخش علی ہجویری سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ سلطان محمود غزنوی کے انتقال کے بعد ایاز نے مستقل طور پر لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ ہر شام وہ بعدِ مغرب خانقاہِ معلّٰی کے حلقۂ ذکر و فکر میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتے۔ انھوں نے لاہور میں تدفین کی وصیت بھی کی تھی۔ مجھے حضرت ایاز کی قبر پر (لاہور) حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ علمی تاریخ پر عبور حاصل کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علماے اسلام میں ایسے فضلا بہ کثرت گزرے ہیں جو گوناگوں مذاق علمی رکھنے کے باوجود جامعیت اور ہمہ گیری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ''ابوریحان البیرونی'' کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے کہ وہ بھی اس زمرۂ متبحرین میں داخل ہیں۔ تاہم ان کے حالات و تصنیفات پر غور کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس منتخب جماعت میں بھی وہ خاص طور پر ممتاز نظر آتے ہیں اور ان کے مذاقِ علمی کی تنوع، وسیع و عریض جہات اور ان کی ثقاہت و جامعیت ہر دور میں انسانی فطرت، ذہنی تربیت اور علمی تشنگی کی ایک مستثنیٰ اور مخصوص مثال سمجھی جائے گی۔ ان کے تمام کمالات اور اوصاف علمی سے قطع نظر اگر تھوڑی دیر کے لیے انھیں محض ایک ''محقق السنۃ'' کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مبداے فیاض سے علامہ البیرونی کو زبانوں کے سیکھنے کے لیے غیر معمولی استعداد عطا ہوئی تھی۔

علومِ حکمت کا عالم یہ ہے کہ جس طرف بھی نظر دوڑائی جائے بیرونی کی شخصیت اپنے امتیازی حیثیت کے ساتھ نمایاں نظر آتی ہے۔ طبیعیات، مابعد الطبیعیات، منطق، ریاضی، ہیئت، نجوم، علم آثار، تاریخ تمدن علم السنہ، علم المذاہب، علم الکیمیا اور علم جغرافیہ ان تمام شعبہ ہاے حکمت میں مساوی طور پر ان کی جودت طبع اور تبحرِ علمی کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ علمِ حیوان، علمِ نباتات اور طبقات الارض کے مغربی ماہرین آج بھی علامہ البیرونی کی تحقیقات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ فلسفہ دانی کے شعبے میں بیرونی کی معلومات اکثر متقدمین کی طرح محض افلاطون و ارسطو کے خیالات تک محدود نہیں تھے، بلکہ دیگر مذاہب عالم کے فلسفے میں بھی انھیں کامل بصیرت حاصل تھی۔ صفاے ذہنی اور حسنِ تعقل کا یہ عالم ہے کہ قبولیتِ عامہ سے معاصرین میں ''شیخ محقق'' کے خطاب کا سہرا علامہ البیرونی ہی کے سر بندھتا ہے۔ علومِ ریاضی میں بیرونی کی اعلیٰ تربیت ذہنی اور جودتِ طبع کا حال محتاج بیان نہیں۔ یہ وہ شعبۂ علم ہے جو ان کے فضل و کمال کا ''مرکز ثقل'' ہے۔ بیرونی نے علومِ ریاضی کی تکمیل کے لیے محض یونانی خزینۂ معلومات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ غیر منقسم ہندوستان کے علمی سرچشمے سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ اپنے زمانے کے علماے ریاضی میں وہ ایک تنہا شخص تھا جو اس بات کا دعویٰ کر سکتا تھا کہ وہ مشرق و مغرب کی معلومات پر مکمل دست رس رکھتا ہے اور دنیا کے ہر ریاضی داں کو کچھ نہ کچھ ان سے سبق ضرور سیکھنا چاہیے۔ علمِ ہندسہ و حساب میں اس درجہ کمال حاصل کیے بغیر کس طرح ممکن تھا کہ بیرونی علمِ ہیئت کے آسمان پر مہرِ نیر بن کر چمکتے۔ ''قانون مسعودی'' کے مصنف البیرونی کے عہدِ علمی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''البیرونی کا دور مسلمانوں کے اس علمی دور سے تعلق رکھتا ہے، جب علمِ ہیئت کا شوق اپنے عروج پر تھا اور اس میدان میں سبقت لے جانے کے لیے ہر اسلامی ملک میں کوشش ہو رہی تھی۔ لہٰذا یہ ناممکن تھا کہ بیرونی جیسا محبِ حکمت ہیئت کے دل چسپ مشاغل سے بے اعتنائی روا رکھتا۔''

قانونِ مسعودی کی تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ البیرونی ۴۱۰ھ تک غزنی میں سلطان محمود غزنوی کے مہمانِ خاص کی

حیثیت سے قیام پذیر رہے اور علمِ ہیئت کے مشاہدات میں ہر لمحہ مصروفِ عمل رہے۔ اس دوران سلطان محمود غزنوی کے خصوصی تعاون سے غزنی میں ایک عظیم رصد خانہ (Observatory) قائم کیا جہاں وہ ارتفاعِ شمس وغیرہ کے مشاہدات کیا کرتے تھے۔ البیرونی نے اپنی گراں قدر تصنیف ''رسالہ تجرید الشعاعات'' اسی دوران لکھی جو باضابطہ طور پر علمِ ہیئت کے تمام اہم مباحث کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مذکورہ کتاب علمِ ہیئت میں البیرونی کی تحقیقات کا شاہکار ہے۔ اہلِ عرب نے اس فن میں جو حیرت انگیز ترقی کی تھی اس کا بہترین ثبوت یقینی طور پر اس کتاب کو سمجھنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں بعض ایسے مسائل پائے گئے ہیں جن کا انکشاف سترہویں صدی میں یورپی سائنس دانوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ ''علامہ البیرونی'' وہ پہلے مسلم سائنس داں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے کرۂ ارض کے درجۂ ارض البلاد کی پیمائش کی ہے۔ آلاتِ ہیئت میں البیرونی نے نہ صرف بہت سی جدت آمیز اصطلاحات کیں، بلکہ اس فن میں انھیں نئے آلات کی ایجاد کا فخر بھی حاصل ہے۔ آلات اور ان کے طریقِ استعمال کے متعلق بھی ان کی مستقل تصنیفات موجود ہیں۔ ایک خاص اصطرلاب جس کا نام ''الاسطوانی'' ہے، علامہ بیرونی کی ایجادات سے ہے۔ انھوں نے ''کتاب التفہیم'' میں حد درجہ شرح وبسط کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے جس کے ذریعہ سے اجرامِ سماوی کا ارتفاع، طلوعِ آفتاب سے قبل کے اوقات اور اوقاتِ معلومہ کی مدد سے ارتفاعِ شمس، ساعاتِ شب، کواکب ثانیہ کا ارتفاع اور ارتفاعِ کواکب کی صحیح تفصیل معلوم کرلیا کرتے تھے۔

''علمِ ہیئت'' (Astronomy) سے گزر کر ماہرینِ فن جس وقت ''ابوریحان البیرونی'' کی جغرافیائی تحقیقات پر نظر ڈالتے ہیں تو نظری اور عملی دونوں حیثیتوں سے ان کے کمالِ فن کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ریمنڈ بیزلے (Remond Beazley) جس نے جغرافیہ جدید کی ایک مبسوط تاریخ تین ضخیم جلدوں میں تحریر کی ہے، لکھتا ہے کہ: البیرونی اپنے زمانے کا سب سے بڑا جغرافیہ داں تھا۔ جغرافیہ کے اس شعبے میں متقدمین علمائے اسلام (Muslim Scientist) نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن البیرونی شاید تاریخ اسلام کے ہر عہد اور ہر زمانے میں سب سے بڑا نام ہے۔ مسعودی اور ابن حوقل کے بعد جس مسلم سائنس داں نے علمِ جغرافیہ (Geographical Thoughts) میں عظیم علمی یادگاریں چھوڑی ہیں وہ غزنوی دور کا ارسطو اور اپنے عہد کے امامِ علم وفن الشیخ علامہ ابوریحان البیرونی ہیں۔ علامہ البیرونی نے ایک کتاب علمِ جغرافیہ، ہیئت اور ریاضی میں لکھی جو بعد میں ''قانون مسعودی'' کے نام سے شہرت پذیر ہوئی۔ اس میں انھوں نے ایک نہایت طویل فہرست طول البلد اور عرض البلد کی درج کی ہے جو ان کی بیرونی سیاحت اور عملی کوششوں کا ماحصل ہے۔ اس کے علاوہ علامہ البیرونی نے جغرافیائی نقشوں (Geographical Maps) سے متعلق بھی مستقل تصنیف چھوڑی ہے جس کا نام ''تجديد المعمورة في تصحيحها في الصورة'' اسی ضمن میں وہ تمام تصنیفات شمار کرنی چاہئیں جو تسطیح صور اور تبطیح کور یعنی مجسّمات کو مسطحات اور اجسامِ کوری کو سطحاتِ مستوی میں بدلنے کے متعلق ہیں۔ ان میں علامہ بیرونی نے بتایا ہے کہ قواعدِ ریاضی کی مدد سے کس طرح کروی چیزوں کو پھیلایا جائے کہ کچھ حسابی فرق نہ آئے۔ یہ ایک نہایت کارآمد چیز ہے اور جیساکہ بیرونی نے لکھا ہے یہ قواعد سیاروں، کواکب اور زمین کے نقشے تیار کرنے میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ علامہ البیرونی نے اپنی تصنیف ''آثار الباقية'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پہلے اس مبحث پر کسی اور نے قلم نہیں اٹھایا تھا اور یہ پہلا موقع ہے کہ دنیائے دانش کے روبرو یہ مضمون پیش کیا جارہا ہے۔

علمِ ہیئت اور جغرافیہ طبیعی کے ذیل میں البیرونی کی وہ تصانیف بھی داخل ہیں جن میں مدنیات، ذوائب، دم دار اور گیسو دار ستارے، کواکبِ منقضہ (ٹوٹنے والے ستارے) اور ہوا میں روشن ہونے والی چیزوں سے متعلق بحث کی ہے، یا جن میں آثارِ علوی یعنی سحاب، مطر، رعد، برق، صائقہ، برق، ژالہ باری اور مکمل کائنات کی طبیعی تفصیلات درج ہیں۔ مثلاً ''مقالہ فی دلالۃ الآثار العلویہ علی الاحداث السفلیہ'' اور ''کتاب الہند'' میں ہندوستان کے جغرافیہ پر جو باب تحریر کیا ہے، اور جسے علامہ رشید الدین نے جامع التاریخ میں تقریباً حرف بہ حرف نقل کیا ہے، وہ اپنی صحت اور وسعتِ مطالعہ کے لحاظ سے ایک عجیب وغریب تاریخی نوعیت کا حامل ہے۔ علامہ ابوریحان البیرونی کے علم و فن کے تذکرے صرف علومِ ریاضی اور ہیئت میں منحصر نہیں، بلکہ تاریخ تمدن، علم الآثار اور علم المذاہب میں بھی ان کے عملی کارنامے حیرت واستعجاب کے ساتھ دیکھے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے شعبہ ہائے حکمت کے لیے اہم ترین مواد جمع کرنے میں بڑی بڑی دشواریاں برداشت کیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کی تصنیفات میں تاریخی استقرا کے نہایت ہی قیمتی ذخائر پائے جاتے ہیں۔ کتاب الہند اور آثار الباقیہ اس قسم کی معلومات سے مالا مال ہیں۔

البیرونی نے اپنی زندگی محض کنج عزلت اور گوشۂ تنہائی میں نہیں گزاری تھی، بلکہ انھوں نے بہت کچھ اپنی سیاحت کی بنیاد پر حاصل کیا تھا۔ میدانِ مشاہدہ اور میدانِ معلومات کے وسیع و عریض ہونے کی وجہ سے ان میں اجتہاد اور جدت کے اثرات دور دور تک نمایاں ہیں۔ ان کی قوتِ مشاہدہ نہایت ہی دور بین اور نکتہ رس ہے۔ اس دور کی ہر شے کی علمی تحقیقات میں بیرونی کا حصہ ہے، سب سے بڑی بات جو ان کے دماغی فضل اور جودتِ ذہن پر دلالت کرتی ہے، وہ ہمیشہ نئی بات کہنے اور نئے علوم اختراع کرنے یا موجودہ علوم کا دائرۂ معلومات وسیع کرنے پر مائل رہتا ہے۔ جرمن محقق ڈی بوئر (De Boer) اپنی کتاب ”تاریخ فلسفۂ اسلام“ میں علامہ البیرونی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

”بیرونی بالخصوص ریاضی، ہیئت، جغرافیہ اور علم الآثار کے حصول میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ وہ ایک نہایت بالغ النظر اور دقیقہ رس محقق ہیں۔ فلسفے جس کے ذریعے سے انھیں مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی میں بہت کچھ مدد ملتی تھی، ان کی توجہ ہمیشہ اس پر مبذول رہتی تھی۔ اس لیے کہ بیرونی کے خیال میں فلسفہ، تہذیب و شائستگی کا جزو لاینفک ہے۔“

بلاشبہہ البیرونی رجحانِ طبع زیادہ تر علوم حکمت کی جانب ہے، تاہم خالص ادبی دل چسپیاں بھی ان کے دائرۂ تبحر سے خارج نہیں۔ ہزل و تحف میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ فنِ شعر سے متعلق ان کی ایک مستقل تالیف موجود ہے۔ کبھی کبھی البیرونی خود بھی اشعار کہا کرتے تھے، چناں چہ ان کی چند نظمیں یاقوت نے ”ارشاد الاریب“ میں باضابطہ نقل کی ہیں۔ اس کے مطابق البیرونی ایک حکیم اور عالم ریاضیات ہونے کے باوجود جذبات اور خیالات عالیہ کے عظیم مرتبے پر فائز تھے، البیرونی محض تفننِ طبع کے طور پر اشعار کہا کرتے تھے، جب کہ ان کے مشاغلِ حیات اس میدان سے بعید تر تھے۔ ان کی توجہ خیال آرائی سے کہیں زیادہ حقیقت شناسی کی جانب مبذول تھی۔ البیرونی کے خالص ادبی فضل کی کیفیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی تمام تصنیفات میں عبارت مقفیٰ اور فقرے حد درجہ متوازن ہوتے ہیں۔ بقول مستشرق سخاؤ (Sachau) کے البیرونی نے جو لفظ جہاں لکھا ہے، وہاں دوسرا لفظ اس کی جگہ جوڑا نہیں جاسکتا۔ مناسب فی البدیہہ اشعار بھی بعض اوقات دورانِ تحریر قلم سے نکل جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں بے پناہ عربی محاورات کا استعمال کیا ہے۔ قرآن عظیم کے حوالہ جات بھی بے تکلف شاملِ تحریر ہیں۔ یہ تمام امور علامہ البیرونی کی عربی زبان وادب میں کمالِ مہارت کو ظاہر کرتے ہیں۔

بلا شبہہ علامہ البیرونی ایک روشن خیال حکیم اور ماہر علم و فن ہونے کے باوجود قیودِ مذہب اور عقائدِ ملت سے ہرگز منحرف نہ تھے، ان کی اکثر راتیں یادِ الٰہی سے آباد ہوتیں، وہ عابدِ شب زندہ دار اور صوفیۂ کرام کی مجالس خیر کے خوشہ چیں تھے۔ ان کی خالص الاعتقادی، مذہبیت اور حسنِ عقیدت کی علامات جابجا ان کی تحریروں میں نظر آتی ہیں۔ قرآن عظیم کے حوالہ جات جس انداز سے وہ پیش کرتے ہیں اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ مضامینِ قرآن پر کامل عبور رکھتے تھے۔ سمتِ قبلہ کی تحقیق سے متعلق نصف درجن رسائل کا تحریر کرنا ان کے جوشِ ملی اور مذہبی لگاؤ کی واضح دلیل ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ بیرونی جیسا ذکی الطبع اور عمیق النظر حکیم عقل انسانی کی حدود و قیود اور مذہب اسلام کی حقیقی برتری سے ناآشنا رہ جاتا۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ مذہب اسلام عقل کا مخالف نہیں ہو سکتا، لیکن انھیں اس بات سے انکار ہے کہ عقل انسانی ہمیشہ صحیح مسلک اختیار کرتی اور تعقل و تخیل کی غلطیوں سے مبرا رہتی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ احکامِ الٰہی کو صحیح مان کر اپنے عقول وادراکات کو احکامِ الٰہی کا تابع رکھنا چاہیے۔

اقوامِ متحدہ آسٹریا کی سینٹرل لائبریری (Central Library of UN Austria)، بوڈلین لائبریری آکسفورڈ انگلینڈ (Bodleian Library)، اور برٹش میوزیم لائبریری لندن (British Museum Library) میں ”الشیخ ابو ریحان البیرونی“ کی اصل کتابیں اور ان کے عکوس (فوٹو کاپی) جس حسنِ اہتمام کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی اربابِ علم و دانش نے مسلم حکما اور سائنس دانوں کی علمی تحقیقات سے کس درجہ استفادہ کیا ہے۔ مغرب میں ان کی پذیرائی کا عالم یہ ہے کہ برطانیہ، جرمنی، فرانس، آسٹریا اور آئرلینڈ کی تمام یونیورسٹیز میں جہاں بھی علمِ فلکیات، علمِ طب، اور علمِ حساب کا کوئی بھی شعبہ ہے، وہاں جلی لفظوں میں سرفہرست مسلم سائنس دانوں کا نام لکھا ہوا ہے۔ ذیل میں الشیخ ابو ریحان البیرونی کی چند اہم کتابوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱.	كتاب مقاليد علم الهيئة ما يحدث في بسيط الكرة	علمِ ہیئت کے متعلق اس کے ابتدائی اور بنیادی مسائل کی تفصیل۔
۲.	مقاله فی التحليل والتقطيع للتعديل	تعدیلِ شمس اور اس کے طرق و منازل سے متعلق بحث۔

۳.	مفتاح علم ھیئت	اس میں علم ہیئت کے مبادی سے بحث کی گئی ہے۔
۴.	تھذیب فصول الفرغانی	علم ہیئت
۵.	افراد المقال فی امر الاظلال	علم مساحت میں خطوط مستقیم کی پیمائش وغیرہ سے متعلق مفصل جائزہ
۶.	استعمال دوائر السماوات لاستخراج مراکز البیوات	اس رسالے میں ستاروں کے خانوں کے مرکز نکالنے پر بحث کی گئی ہے۔
۷.	مقاله فی طالع قبة الأرض وحالات الثوابت ذوات العروض	زمین اور ذوات العروض ستاروں سے متعلق۔
۸.	تحدید نھایات الاماکن فی تصحیح مسافات المساکن	موقعوں کی حد بندی اور شہروں کے فاصلوں کی تصحیح سے متعلق۔
۹.	تھذیب الاقوال فی تصحیح العروض والاطوال	عرض البلد اور طول البلد کی درستی سے متعلق تفصیلی بحث و تحقیق۔
۱۰.	مقاله فی تصحیح الطوال والعرض لمساکن المعمور من العرض	طول العرض سے متعلق قریہ و شہر کا تعین
۱۱.	مقاله فی استخراج قدرالارض برصدالخطاط الافق عن قلل الجبال	پہاڑ کی چوٹی سے افق کا نشیب نکال کر زمین کی پیمائش معلوم کرنے کا طریقہ۔
۱۲.	تجرید الشعاعات والأنوار عن الفضائح المدونة فی الاسفار	روشنیوں کی بحث سے متعلق۔
۱۳.	تعبیر المیزان لتقدیر الازمان	اس ترازو کا بیان جس سے ازمنہ اور اوقات معلوم کیے جاتے ہیں۔
۱۴.	کتاب فی تحقیق ما للھند من مقالة مقبولة	ہندوستان کی تہذیب و تمدن سے متعلق تفصیلی جائزہ۔
۱۵.	مقاله فی قد الاشجار	درختوں کے قد و قامت سے متعلق علمی تجربوں کا ذکر۔
۱۶.	التطبیق الی تحقیق حرکة الشمس	سورج کی گردش کی تحقیق
۱۷.	البرھان المنیر فی اعمال الشیر	کیمیاوی اعمال سے متعلق مستقل کتاب
۱۸.	الارشاد الی ما یدرك ولا ینال الابعاد	جو دوریاں اور فاصلے دکھائی نہ دیں اور وہاں تک نہ پہنچ سکے ان کو کس طرح معلوم کیا جائے، اس کا طریقہ۔
۱۹.	جمع الطرق السائرة فی معرفة أوتار الدّائرة	دائرہ کے وتر معلوم کرنے کے متعلق قواعد کا ذکر۔
۲۰.	تصور امر الفجر والشفق فی جھتی الغرب والشرق	ظہور صبح اور شفق کی تفصیل۔
۲۱.	تکمیل ضاعة التسطیع	عمل تسطیح کرہ کا مکمل بیان۔
۲۲.	تحدید المعمورة و تصحیحھا فی الصورة	ملکوں اور شہروں کی حد بندی اور نقشے میں ان کی تصحیح کا بیان۔
۲۳.	کتاب فی السماوات	سماوات کے متعلق
۲۴.	رسالة فی محاورات دوائر السماوات فی الاصطرلاب	اصطرلاب میں سماوات ظاہر کرنے والے دائرے کی تفصیل۔
۲۵.	رسالة فی دوائر اللتی تحد الساعات الزمانیة	ساعات و اوقات سے متعلق۔
۲۶.	رسالة فی دلالة اللفظ علی المعنیٰ	لفظ معنیٰ پر دلالت کرتا ہے (فن منطق میں بحث)
۲۷.	کتاب فی التوسط بین ارسطوطالیس والجالینوس فی المحرك الاول	مابعد الطبیعیات کے مسئلہ محرک اول کے متعلق ارسطو اور جالینوس کے خیالات کا باہم موازنہ
۲۸.	رسالة فی قوانین الصناعة	نجوم کے قوانین
۲۹.	کتاب فی اعتبار مقدار اللیل والنھار	

۳۰.	كتاب التاريخ ايام السلطان محمود و اخبار ابيه	
۳۱.	كتاب فى سكون الارض أو حركتها	حرکت وسکون عرض سے متعلق بحث۔
۳۲.	كتاب رسوم الحركات فى اشياء ذوات الوضع	اشیائے محسوسہ میں کیا کیا نقوش حرکت پاتے ہیں
۳۳.	رسالة فى برد الأيام	موسم سرما کی تشریح۔

علاوہ ازیں الشیخ الرئیس ابو ریحان البیرونی کی کتابوں کی طویل فہرست یورپ کی لائبریریوں میں باضابطہ طور پر محفوظ ہے۔ "علامہ یعقوب حموی" (التوفیٰ ۶۲۲ھ) جنھوں نے "ارشاد الاریب و معجم البلدان" میں البیرونی کی حیات وخدمات کا جائزہ لیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

"میں نے وسط ایشیا کے سفر کے دوران "جامع مرو" کے کتب خانۂ عام میں "علامہ بیرونی" کی فہرست کتب دیکھی ہے۔ جو گنجان لفظوں میں لکھے ہوئے ساٹھ اوراق پر مشتمل تھی۔ خدا ہی جانے کہ علم و فن یا جوہر آب کا راب یہ کس کی دسترس میں ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ کے ہولناک نتیجے میں ان دونوں ممالک میں موجود کتابوں کے ذخائر ضائع ہوگئے اور جو کچھ بچا تھا اسے امریکہ اور مغربی حملہ آوروں نے "عراق جنگ" کے موقع سے لوٹ لیا۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل عراق کی اسلامی مرکزی لائبریری (سینٹرل لائبریری بغداد) میں موجود علمی آثار وکتب کو جس بے دردی کے ساتھ مال غنیمت سمجھ کر لوٹا گیا، مہذب دنیا میں اس کی کہیں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اب انھیں کتابوں کے انگریزی، فرانسیسی یا پھر جرمن تراجم اگر منظر عام پر آئے تو عجب نہیں کہ یہ کسی غیر مسلم مفکر اور سائنس داں کے نام موسوم ہوں گے اور یہ انھیں کی دقت طرازی، علمی کاوش اور فکری ترفع کا شاہ کار سمجھے جائیں گے۔

حسب ذیل مصنفین کے اسمائے گرامی قابلِ توجہ ہیں جن کی تصانیف سے "علامہ ابو ریحان البیرونی" کے حالاتِ زندگی اخذ ہوتے ہیں:

[ا] ظہیر الدین ابو الحسن بن ابو القاسم البیہقی (۴۹۹ھ-۵۶۵ھ) تتمہ صدان الحکمت [۲] السمعانی۔ کتاب الانساب (۵۵۵ھ) [۳] نظامی عروسی سمر قندی (۵۶۲ھ) چہار مقالہ [۴] یاقوت حموی۔ (التوفیٰ ۶۲۲ھ)۔ ارشاد الاریب معجم البلدان [۵] میر خواند۔ (التوفیٰ ۹۰۳ھ) روضۃ الصفاء [۶] حاجی خلیفہ (۱۵۶۸ھ) کشف الظنون [۷] قاضی رشید الدین فضل اللہ (۶۴۵ھ-۷۱۸ھ) جامع التواریخ [۸] ابو الفضل (۵۱۲ھ-۹۱۸ھ)

وہ یورپی مصنفین جنھوں نے "علامہ البیرونی" پر خصوصی طور پر لکھا ہے، وہ یہ ہیں:

(ا) موسیو رینو (Renant)۔ [۱۷۰۵ء-۱۸۶۷ء] فرانسیسی مستشرق۔ (۲) سخاؤ (Sachau) جرمن مستشرق، کتاب الہند و کتاب آثار الباقیہ کا ترجمہ نگار۔ (۳) نالینو (Nallino) اطالوی مستشرق، تاریخ الفلک عند الغرب۔ (۴) سر ہنری ایلیٹ (Sir Henry Elliot) [۱۸۰۸ء-۱۸۵۲ء] تاریخ الہند۔

مغربی محققین و مورخین میں سب سے زیادہ سخاؤ اور نالینو ہیں جنھوں نے سب سے زیادہ اس اہم موضوع پر لکھا ہے۔ نالینو نے اپنی کتاب میں البیرونی کا امتیاز بحیثیت ماہر علم ہیئت کے نہایت ہی پر وقار لب و لہجے میں ثابت کیا ہے۔

رینو فرانسیسی محقق اور مستشرق ہیں جنھوں نے غالباً سب سے پہلے انیسویں صدی کے نصف اول میں "علامہ البیرونی" کی کتاب الہند کی علمی اہمیت کو واضح کیا تھا۔ اور اس سے وسیع پیمانے پر قیمتی معلومات مغربی دنیا کو فراہم کی تھیں۔ اسی طرح سر ہنری ایلیٹ نے کتاب الہند کے جغرافیائی باب کا ترجمہ بڑے اہتمام سے کیا ہے اور البیرونی کو علم ہیئت اور علم جغرافیہ کا امام قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے مغربی ارباب علم و دانش نے البیرونی پر کام کیا ہے اور ان کی کتابوں پر گراں قدر حواشی لکھے ہیں۔ مثلاً کراوی ووس (Carraoe Yaux) نے اپنے سلسلۂ حالاتِ محققینِ اسلام (Les Penseur Del Islam) میں ایک سے زیادہ موقع پر البیرونی کے حالات اور علمی تحقیقات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان حقائق سے براہِ راست یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یورپی دانش وروں نے البیرونی کی عملی خدمات کی قدر کی اور ان کی تمام تر تصنیفات سے بھرپور استفادہ کیا۔

علامہ ابو ریحان البیرونی یوں تو جامع العلوم تھے، تاہم علمِ ریاضی، علمِ ہیئت و نجوم میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا، جب کہ بعض اہلِ علم اور ماہرینِ فن کا یہ خیال ہے کہ ان علوم میں

ان کا مدِ مقابل آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ البیرونی شب و روز علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے تھے، تصنیف و تالیف اور لوح و قلم سے وابستگی ان کا نہایت ہی پسندیدہ مشغلہ تھا۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر جو تحقیقی اور علمی کتابیں لکھی ہیں ان کی تعداد دو سو سے زائد بتائی جاتی ہے جو تقریباً ۳۰/ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ البیرونی کا دماغ حد درجہ جدت طراز اور ان کی معلومات کا دائرہ نہایت ہی وسیع و عریض تھا۔ وہ ہر مسئلے کو تحقیق و تجسس کی نظر سے دیکھتے تھے اور عقل کے معیار پر پرکھنے کے عادی تھے۔ تمام مغربی دانش وروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آزادیِ راے اور اظہارِ عملی میں "علامہ البیرونی" جدید و قدیم دنیا کے بلند ترین حکما میں سے ایک ہیں۔ "تاریخ حکماے اسلام" کے مصنف "ڈی بوئر" نے لکھا ہے کہ "علومِ حکمت میں بو علی سینا اپنے معاصر "البیرونی" سے مرتبے میں کم تھے۔ اور انھوں نے البیرونی کی طرح عالی دماغی کا جوہر نہیں پایا تھا۔"

قانونِ مسعودی علامہ البیرونی کی شاہ کار تصنیف ہے جسے یورپی درس گاہوں میں آج بھی پذیرائی حاصل ہے۔ علم ریاضی سے متعلق یہ کتاب ایک اہم ماخذ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب نے اس فن کے مشکل مسائل کی عقدہ کشائی میں نمایاں کردار پیش کیا ہے۔ البیرونی نے ایک جگہ ٹرگنو میٹری (Trigonomatry)[علمِ مثلث] کے مسئلے کو جس مہارتِ علمی کے ساتھ اس طرح بتایا ہے کہ ایک خاص نصف قطر کے دائرے کے اندر اگر ایک مساوی الاضلاع مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مثمن یا معشر کی اضلاع بنائی جائے تو ان میں سے ہر ایک کا ضلع دائرہ کے نصف قطر کی مقدار میں کیوں کر نکالا جاسکتا ہے؟ البیرونی نے مذکورہ کتاب میں باضابطہ طور پر مثالیں دے کر ان کا حیرت انگیز حل پیش کیا ہے۔ مقامِ حیرت یہ ہے کہ علمِ ریاضی کی تاریخ میں اس کلیہ کو نیوٹن (Newton) [انگلینڈ ۱۶۴۲ء] اور اس کے چند ہم عصر مغربی ممالک کے ریاضی دانوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، جو سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں گزرے ہیں، لیکن درحقیقت عالمِ اسلام کے اس نامور سائنس داں اور ماہر ریاضی علامہ البیرونی نے آج سے سات صدی قبل نہ صرف اس کلیے کو دریافت کیا تھا بلکہ اس سے جدولیں مرتب کر کے ان سے عملی کام بھی لیا تھا۔ البیرونی نے علمِ ریاضی کے کئی اہم اصول و قواعد دریافت کیے تھے جو مغربی مفکرین، سائنس دانوں اور اربابِ فن کے یہاں آج بھی معتبر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ☆☆☆

(ص:۳۴ کا بقیہ)۔۔۔ نیز کرۂ نار وغیرہ سے گزرنے پر جل جانے کی بات کررہے تھے۔ اتفاق سے مولانا فاروق کا اُدھر سے گزر ہوا، سامنے چراغ جل رہا تھا، تو انھوں نے اپنی دستار سے چند دھاگے نکالے اور اُن کو چراغ کی لَو سے گزار کر فرمایا: شبلی:! جب سرعت سے یہ دھاگا نہ جل سکا تو سرکارِ دوعالم ﷺ کیسے جل جائیں گے!۔ [10]

شبلی سے مولانا فاروق کا اِختلاف بڑا دلچسپ ہے، اس سے ایک تو اس قدیم پرور ماحول کا اندازہ ہوتا ہے جس میں شبلی کی دماغی ساخت معین ہوئی تھی۔ دوسرے اس فرق کا بھی پتا چلتا ہے جو علی گڑھ کے قیام سے ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن حزم وغیرہ کی کتابیں پڑھ کر نیز سرسید کی صحبت سے شبلی کے خیالات میں پیدا ہوا۔ اب شبلی وہی شبلی نہ تھے جو اعظم گڑھ میں مولانا فاروق کے سامنے زانوے شاگردی تہ کرتے تھے بلکہ انھوں نے علی گڑھ میں سولہ برس گزارے تھے اور سرسید کے علمی و فکری رنگ نے پرانے رنگ اُتار کر اُن کے لوحِ فکر و مزاج پر بہت کچھ جدید نقش و نگار چڑھا دیے تھے۔ [11]

تاہم شبلی نعمانی کے خیالات میں توسع پیدا ہو جانے اور ان خشمگیں حالات کے باوصف اپنے استاد مولانا فاروق کی عقیدت و محبت میں کوئی فرق نہ آیا اور زندگی کے آخری لمحے تک وہ محبت و عقیدت ان کے دل میں قائم و دائم رہی۔ [12]

(۱)-ماہنامہ معارف، جلد۱، نمبر۷ ۱۹۱۲ء، ص:۱۶ تا ۱۷۔ اعظم گڑھ۔
(۲)-شبلی نامہ، شیخ محمد اکرام: صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی۔
(۳)- ماہنامہ معارف، جون ۱۹۸۸ء ص:۴۷۳ بحوالہ علامہ شبلی کے نام اہل علم کے خطوط:۵۶۔ اعظم گڑھ۔
(۴)- ماہنامہ معارف، جون ۱۹۸۸ء ص:۴۶۸-۴۷۰۔ بحوالہ علامہ شبلی کے نام اہل علم کے خطوط:۵۳-۵۴۔ اعظم گڑھ۔
(۵)-شبلی نامہ: صفحہ ۲۳، ۲۷، ۲۶، ۲۴ مطبوعہ تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی۔
(۶)-معارف، مقالہ: مولانا فاروق اور علامہ شبلی۔ جون ۱۹۶۵ء صفحہ:۴۴۵۔
(۷)-علامہ شبلی نعمانی نقوشِ حیات اور شاعری۔
(۸)-شبلی نامہ: صفحہ ۱۱۴، ۱۱۳ مطبوعہ تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی۔
(۹)-شبلی نامہ: صفحہ ۱۳۲، ۱۳۱۔ مطبوعہ تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی۔
(۱۰)- اس واقعے کی تائید و تصدیق کے لیے مولانا فاروق ہی کی کتاب 'ذخر المعارف و تذکرۃ العلوم' دیکھی جاسکتی ہے، جس میں مولانا نے معجزہ و کرامت کو عقلی و سائنسی دلائل سے خوب ثابت کیا ہے۔ -قادری چریاکوٹی-
(۱۱)-تفصیل کے لیے دیکھیے شبلی نامہ، شیخ محمد اکرام: صفحہ ۱۱۴۔ مطبوعہ تاج آفس محمد علی روڈ، بمبئی۔
(۱۲)-یہ مضمون راقم کی قریب التکمیل کتاب 'تذکرۂ علماے چریاکوٹ' سے مستعار ہے، جسے افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا گیا ہے۔ -قادری چریاکوٹی- ☆☆☆

توحید ورسالت پر ایمان اور اس کے لازمی تقاضے

محمد طفیل احمد مصباحی

نبوت و رسالت اس ربّانی ادارے کا نام ہے جو بنی نوع انساں کی ہدایت وسعادت کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ انبیا و مرسلین کا نورانی قافلہ مختلف عہد میں مختلف خطۂ ارض پر اس لیے نمودار ہوتا رہا تاکہ بندگان خدا کو دین ودنیا کی ہدایت ملے اور وہ ابدی سعادتوں سے مالا مال ہو سکیں۔

انبیا و مرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم کی بعثت طیبہ کا بنیادی مقصد توحید کی تعلیم، اس کے بعد کچھ اور ہے۔ انسان بیک وقت ملکوتی اور بہیمی صفات کا حامل ہے۔ خیر اور شر دونوں عنصر حضرت انسان میں پائے جاتے ہیں، تاہم خیر کا پہلو شر پر غالب ہے۔ خیر اور شر کی جنگ برابر جاری رہتی ہے۔ شر کا پہلو غالب ہو تو انسان شیطان بن جایا کرتا ہے اور خیر کا پہلو غالب ہو تو انسان قدسی صفات بن کر رشک ملائکہ بن جاتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسان میں شر کا غلبہ ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی و رسول کو بھیج کر خیر کو غالب فرمایا۔

نبی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"النبی هو انسان بعثه الله لتبليغ أحكامه"

یعنی نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو۔ احکام الٰہی میں "توحید" مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ منصب نبوت ورسالت کی غرض وغایت لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھانا اور انھیں دین ودنیا کی سعادت سے ہم کنار کرنا ہے۔

ہدایت کے چار مرتبے ہیں۔

(۱) ہدایتِ وجدان (۲) ہدایتِ حواس (۳) ہدایتِ عقل (۴) ہدایتِ نبوت ورسالت۔

بچہ ابھی شکم مادر سے باہر آیا ہے، اسے کسی قسم کا علم اور تجربہ نہیں ہے اور نہ خارج سے اسے کوئی ہدایت ورہنمائی ملی ہے، مگر اس کے باوجود ماں اپنے نومولود بچے کے منہ میں پستان رکھ دیتی ہے اور بچہ زور زور سے چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ وجدان کی ہدایت ہے اور ہمارا دیکھنا، چلنا، پھرنا، سننا، چھونا اور چکھنا یہ حواس کی ہدایت ہے۔ ہدایتِ عقل جزئیات کو ترتیب دے کر کلی احکام کا استخراج کرتی ہے۔ آج کے اس سائنسی دور میں انسان روز بروز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے، یہ در اصل اسی ہدایتِ عقل کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ یہاں اس حقیقت کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک مرتبۂ ہدایت جب عاجز و درماندہ ہو جاتا ہے تو اس سے بلند مرتبۂ ہدایت اس کو سنبھالا اور سہارا دیتا ہے۔ عقل کا دائرۂ کار عالم محسوسات تک محدود ہے اور محسوسات کے پس پردہ کیا ہے؟ ہدایتِ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیا و مرسلین کو دنیا میں بھیج کر مرتبۂ ہدایت کو مکمل کر دیا۔ ہدایتِ نبوت ورسالت سے بڑھ کر اور کوئی مرتبۂ ہدایت نہیں۔ ہدایتِ نبوت ہی سے ہمیں توحید کا درس ملا اور اللہ عزوجلّ کی الوہیت وربوبیت کا علم حاصل ہوا۔

(۱) ایمان واسلام کے لیے کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا صدق دل سے اقرار ضروری ہے۔ کلمۂ طیبہ کے دو جز ہیں۔ (۱) توحید (۲) رسالت۔ ایمان وعقیدہ اصل ہے اور اعمال اس کی فرع۔ ایمان کے بغیر عمل بے کار ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فقہ اکبر" میں ارشاد فرماتے ہیں :

"أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب ان يقول: آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والبعث بعد الموت والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ".

(شرح فقہ اکبر، ص: ۲۹.۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: توحید کی اصل اور جس سے ایمان وعقیدہ صحیح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ زبان کو دل کے موافق کرکے یوں کہے: "میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور میں ایمان لایا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر، قیامت پر اور میں ایمان لایا اللہ کی طرف سے تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر۔

کلمۂ طیبہ کا پہلا جز توحید ہے، توحید کا مطلب اور توحید کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک مانے، اس کی ربوبیت والوہیت کا اعتراف کرے اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنا معبود ومسجود جانے، اور اس کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔

tufailmisbahi@gmail.com

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے "توحید" کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"إن حقيقة التوحيد عدم اعتقاد الشريك في الألوهية أي في وجوب الوجود وخواصها من تدبير العالم وخلق الأجسام واستحقاق العبادة"

(حاشية ملا عبد الحكيم على شرح الدواني، ص: ۱۰)

ترجمہ: توحید کی حقیقت یہ ہے کہ الوہیت یعنی وجوب وجود اور اس کے خواص یعنی تدبیر عالم، تخلیق اجسام اور استحقاقِ عبادت میں ایک خدا کے علاوہ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

دین اسلام میں ایمان واعتقاد کی صحت ودرستی کے لیے "توحید" بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

پورا قرآن توحید اور اہل توحید کی تعریف اور شرک واہل شرک کے مذمت پر مشتمل ہے۔

"فالقرآن كله في التوحيد وثناءهم وفي شان ذم الشرك وعقوق أهله وجزاءهم". (شرح الفقه الاكبر، ص: ۲۳، دار الكتب العلميه، بيروت)

مکلف انسان پر سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت اس لیے ضروری ہے تاکہ "عقیدۂ توحید" دلوں میں راسخ ہوسکے۔ معرفت الٰہی پر ہی فرائض وواجبات کا وجوب اور منہیّات کی حرمت متفرع ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"أول ما يجب على المكلف فقال الإمام الأشعري: هى معرفة الله تعالىٰ، إذ يتفرع عليها وجوب الواجبات وحرمة المنهيات"

(تحفۂ اثنا عشری، ص: ۷۷، مکتبة الحقیقة، ترکی)

توحید یعنی ایمان باللہ کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں۔ "شرح عقیدۂ واسطیہ" میں ہے:

"الإيمان بالله يتضمن بأربعة أمور (۱) الإيمان بوجوده سبحانه تعالىٰ (۲) الإيمان بربوبيته أي الانفراد بالربوبية (۳) الإيمان بانفراده بالألوهية (٤) الإيمان بأسمائه وصفاته، لايمكن أن يتحقق الإيمان إلّا بذالك"

(شرح العقيدة الواسطية، ص: ۳۱، المكتبة التوفيقية، قاهره)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر ایمان، یہ چار امور سے متحقق ہوتے ہیں۔ **اولاً:** اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان۔ **ثانیاً:** اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان یعنی اللہ تعالیٰ کو ربوبیت میں واحد اور تنہا جاننا۔ **ثالثاً:** اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور کسی کو اس کی ذات میں شریک نہ ٹھہرانا۔ **رابعاً:** اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان۔ ان چاروں کے بغیر ایمان متحقق اور ثابت نہیں ہوتا۔

توحید اور ایمان باللہ کے لیے یہ چاروں امور اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا فقدان الحاد وزندقہ اور ایمان واسلام کے منافی امر ہے۔ ایک شخص اللہ رب العزت کے وجود کو تسلیم کرے، مگر اسے واجب الوجود اور قدیم نہ جانے یا اللہ رب العزت کو واجب الوجود تسلیم کرے، لیکن انفراد ربوبیت یعنی اس کی وحدانیت (ایک ہونے) میں شک کرے۔ اسی طرح اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک وسہیم جانے یا سرے سے اس کی ذات وصفات کا انکار کرے، تو ایسا شخص عندالشرع کافر ومشرک اور ملحد وزندیق ہے۔

ایک شخص صحیح معنوں میں مومن وموحد اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ وہ بیک وقت مندرجہ بالا چاروں امور پر صدق دل سے ایمان لائے۔ اقرار توحید اور ایمان باللہ کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ "استقامة على التوحيد" ہے۔ توحید پر استقامت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ آخری دم تک توحید، اس کے لوازمات اور اس کے بنیادی تقاضوں پر عمل کرے اور توحید جیسے بلند وبالا مگر نازک ترین منصب کا ہر گام خیال رکھے اور اللہ رب العزت کے حق میں غیر مناسب اور اس کی شان ارفع کے خلاف لفظ استعمال نہ کرے یا ایسا عقیدہ نہ رکھے جو شان توحید کے خلاف ہو۔

چوں می گویم مسلمانم بہ لرزم　　　کہ دانم مشکلاتِ لاالٰہ را

بحر الرائق میں ہے:

"فيكفر إذا وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به اؤسخر باسم من أسمائه أو بأمر من أو امره أو أنكر وعده أووعيده أوجعل له شريكا أوولدا أوز وجة أونسبه إلى الجهل أوالعجز أو النقص".

(بحر الرائق ۵/۲۰۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے حق میں غیر مناسب اور اس کی شایان شان کے خلاف لفظ استعمال کرے یا اس کے نام اور اس کے کسی حکم کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وعد ووعید کا انکار، اس کے لیے کوئی شریک ٹھہرانا۔ یا اللہ تعالیٰ کے لیے ولد (لڑکا) اور بیوی

ثابت کرنا۔ یااللہ تعالیٰ کی جانب جہل، عجز اور نقص ثابت کرنا، یہ تمام باتیں کفر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل اور کام حکمت سے خالی ہو، تو یہ کفر ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں :

و یکفر بقوله یجوز أن یفعل الله فعلا لا حكمة فيه. (بحر الرائق ۵/ ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان تمام باتوں کی تصریح "فتاویٰ عالم گیری" میں بھی ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ۲/۲۵۸، زکریا بک ڈپو، دیوبند)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ "اللہ میاں" یا "اوپر والا" کہنا، ایک مومن موحد کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ ایمان بالتوحید کا ایک لازمی تقاضا یہ بھی ہے شان الوہیت کے خلاف ہرگز کوئی لفظ زبان پر نہ لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ کی شان میں ایسا لفظ استعمال کرنے سے احتراز لازم ہے۔

دین اسلام میں توحید کے بعد رسالت و نبوت کا درجہ ہے۔ رسالت ونبوت ہر ایمان کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ تمام انبیا و مرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم پر ایمان لے آئیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جملہ انبیاومرسلین کی عظمتِ شان کا خیال رکھتے ہوئے ان کے حق میں نازیبا کلمات اور توہین آمیز الفاظ استعمال نہ کریں۔ نبوت کے بلند ترین منصب کا حد درجہ پاس ولحاظ رکھیں اور منصبِ نبوت کا بھرپور احترام کریں۔

ایمان کے لیے صرف عقیدۂ توحید ہی کافی نہیں بلکہ نبوت ورسالت کا اقرار اور جملہ انبیا ومرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم پر ایمان بھی ضروری ہے۔ امام قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :

من اعترف بالإلٰهية والواحدانية ولكنه جحد النبوة من أصلها عموما أو نبوة نبينا ﷺ خصوصا أو أحد من الأنبياء الذين نص عليهم بعده علمه بذالك فهو كافر بلا ريب. (کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۲/۲۸۳، برکات رضا)

ترجمہ: اگر کوئی شخص وحدانیت والوہیت کا اعتراف کرے (یعنی اللہ کو ایک مانے اور اسے اپنا معبود تسلیم کرے) مگر سرے سے نبوت کا قائل نہ ہو یا خاص طور سے ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا منکر ہو یا کسی ایسے نبی کا انکار کرے جن کا نبی ہونا نص سے ثابت ہو، اور اسے اس بات کا علم بھی ہو تو ایسا شخص کافر ہے۔

نبوت ورسالت کس قدر جلیل القدر، عظیم الشان، پاک اور بلند ترین منصب ہے! اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں۔ امام قاضی عیاض فرماتے ہیں :

وكذالك نكفر من ذهب مذهب بعض القدماء فى أن فى كل جنس من الحيوان نذيرا اونبيا من القردة، والخنازير والدواب والدود وغير ذالك إذا ذالك يؤدى إلىٰ أن يوصف أنبياء هٰذا الأجناس بصفاتهم المذمومة وفيه من الإزراء علىٰ هذا المنصب المنيف.

(کتاب الشفاء ۲/ ۲۸۴، برکات رضا، پور بندر، گجرات)

ترجمہ: بعض قدما کے مسلک کو اپناتے ہوئے کوئی شخص یہ کہے کہ "ہر جنس حیوان مثلاً: بندر، خنزیر، چوپائے اور کیڑے مکوڑے میں ایک نبی اور نذیر ہوتا ہے اور دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کرے: "وان من أمة الاخلافيها نذير"

تو ایسا شخص کافر ہے، ہم اس کی تکفیر کریں گے۔ کیوں کہ ہر جنس حیوان میں نبی تسلیم کرنے سے لازم آئے گا کہ ان تمام اجناس کے انبیا کو انھیں "صفاتِ مذمومہ" سے متّصف کیا جائے اور یہ نبوت جیسے عظیم اور پاک منصب کی توہین ہے۔

انبیائے کرام کی توہین وتنقیص بہت بڑا جرم ہے۔ دینی عدالت میں ایسے مجرم کی سزا قتل ہے۔

"کتاب الشفا" میں ہے:

من شتم الأنبياء أوأحد منهم أو تنقصه قتل ولم يستتب۔(کتاب الشفاء ۲/ ۳۰۲، پور بندر، گجرات)

ترجمہ: جو شخص کسی نبی کو گالی دے یا ان کی شان گھٹائے، اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں ارشاد فرماتے ہیں:

أيما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ أو كذبه أوعابه أتنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته فإن تاب والإ قتل وكذالمرأة"

(کتاب الخراج، ص: ۱۹۹، المكتبة الازهرية للتراث، مصر)

ترجمہ: جو مسلمان حضور ﷺ کو گالی دے یا آپ کو جھٹلائے، عیب جوئی کرے یا آپ کی شان گھٹائے، وہ کافر ہے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اب اگر ایسا شخص توبہ کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔ یہی حکم مسلم عورت کا بھی ہے۔

علماے کرام بیان کرتے ہیں کہ توہین کی نیت سے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو شعر کے بجائے شُعیر صیغۂ تصغیر کے ساتھ کہنا کفر ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔

واختلف فی تصغیر شعر النبی ﷺ الا اذا أراد الإهانة فيكفر". (بحر الرائق ٥/ ٢٠٤، دار الكتب العلميه، بيروت)

ایسا ہی فتاویٰ عالم گیری میں بھی۔ عبارت یوں ہے:

"ولو قال لشعر النبی ﷺ شعير يكفر عند بعضهم وعند الآخرين لا إلّا إذا قال بطريق الإهانة".

(فتاویٰ عالم گیری ٢/ ٢٦٣، زكريا بك ڈپو، ديو بند)

صیغۂ تصغیر چونکہ بالعموم استخفاف کا موجب ہوا کرتا ہے، اس لیے حضور سید عالم ﷺ سے منسوب چیزوں کی تصغیر سے علما و فقہا نے منع فرمایا ہے۔ اسی کلیہ کے تحت حضور پاک ﷺ کو "کملی والے" اور آپ کی چادر مبارک کو "کملی" کہنا ممنوع قرار پایا ہے۔

نسبت سے شے ممتاز ہوتی ہے اور نسبت کے باعث بسا اوقات خاک نشیں انسان عرش نشیں ہو جاتا ہے۔

عام انسان کے بال کو بطور اہانت صیغۂ تصغیر کے ساتھ "شعیر" کہنا کفر نہیں، مگر حضور سید عالم کے موئے مبارک کو توہین کی نیت سے "شعیر" کہنا کفر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ نبوت نہایت عظیم اور مہتم بالشان منصب ہے۔ انبیاے کرام سے منسوب چیزیں بھی عظیم اور مہتم بالشان ہوا کرتی ہیں۔

انسان کا پیشاب یا پاخانہ ناپاک ہے اور وہ بھی نجاست غلیظہ۔ مگر ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بول و براز پاک اور طیّب و طاہر ہیں۔

اس سلسلے میں عمدۃ المحققین حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة كما نقله فى المواهب اللدنية عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الأشباه. وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة علىٰ ذالك، وعد الأئمة ذالك من خصائصه ﷺ". (رد المحتار ١/ ٥٢٢،٥٢٣، كتاب الطهارة ، باب الانجاس، مكتبه زكريا، ديو بند)

ترجمہ: حضور ﷺ کے بول و براز اور دیگر فضلات پاک ہیں۔ بعض ائمۂ شافعیہ نے اس مسئلے کی تصحیح (جائز و صحیح بتانا) فرمائی ہے۔ اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی ہے، جیسا کہ شارح بخاری علامہ عینی سے "المواہب اللدنیہ" میں منقول ہے۔ علامہ بیری نے بھی "شرح اشباہ" میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ "دلائل و شواہد اس کی تائید کرتے ہیں اور ائمۂ کرام نے بول و براز کی طہارت کو حضور سید عالم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔

یہ ہے نبوت کا مقام اور نبی پاک ﷺ کی عظمت و رفعت کا حال!

مکہ شریف افضل ہے یا مدینۂ طیبہ؟

اس میں علماے کرام کا اختلاف ہے۔ عاشق خیر الوریٰ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش فرمائی ہے:

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

بہر کیف! مکۂ معظمہ یا مدینہ منورہ کے افضل ہونے میں تو اختلاف ہے، مگر زمین کا وہ حصہ جو نبی پاک ﷺ کے جسم اطہر سے متّصل ہے، وہ پوری روئے زمین سے افضل ہے، اس کے افضل ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"ماضم أعضائه عليه الصلوٰة والسلام فانه أفضل مطلقاً حتى من الكعبة والعرش والكرسى".

(فتاویٰ شامی ٩/ ١٦٩، مكتبه زكريا، ديو بند)

ترجمہ: وہ حصۂ زمین جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعضائے شریفہ (جسم پاک) سے متّصل ہے، وہ مطلقاً افضل ہے۔ یہاں تک کہ وہ کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔

صحیح فرمایا ہے امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ:

لاطيب يعدل تربا ضم أعظمهٗ
طوبىٰ لمنتشق منه وملتسم

مندرجہ بالا سطور سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ نبوت و رسالت نہایت ہی بلند و بالا، مہتم بالشان اور نازک ترین منصب ہے۔ اللہ عزوجل اور اس کے جملہ انبیا و مرسلین کے جناب عالی میں گستاخانہ کلمات اور توہین آمیز الفاظ کا استعمال نہ صرف یہ کرنا جائز و حرام ہیں، بلکہ کفر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو منصب توحید و رسالت سمجھنے اور کما حقہ اس کے شرعی آداب بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عصری تقاضے

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

اس کائنات میں نوع انسانی کا ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک ایسا انقلاب آفریں شخص بنیں جس کا نام دنیا کے نامور اور تاریخ ساز افراد کی فہرست میں درج ہوں۔ اور وہ اپنی اس دیرینہ آرزو کو حاصل کرنے کے لیے دو چیزوں کو مطمح نظر بناتا ہے: ایک علم اور دوسری دولت۔ وہ سوچتا ہے کہ ان دو چیزوں میں سے ایک حاصل ہو جائے تو امیدیں اور آرزوئیں برآئیں گی اور کامیابیاں اور بلندیاں جھک کر سلام کریں گی، انہیں دونوں چیزوں کے حصول کے لیے طلوع شمس سے لے کر غروب آفتاب تک اور کبھی غروب آفتاب سے لے کر طلوع شمس تک وہ نہ صرف اپنی حیات مستعار کو مصروف رکھتا ہے بلکہ تمام اعزہ واقارب سے رشتۂ اخوت و محبت توڑ کر اپنی ایک الگ زندگی بسا لیتا ہے۔

اگر انسان اپنے گمان کے مطابق علم یا دولت سے انقلاب آفریں شخص بنتا تو یقیناً وہ دور سب سے بڑا انقلاب آفریں ہوتا جس دور میں سب سے زیادہ علم تھا اور سب سے زیادہ دولت بھی تھی۔

انسانی تاریخ کا زریں باب شاہد ہے کہ تقریباً پندرہ سو سال پیش تر علم بھی تھا اور دولت بھی، علم نہ ہوتا تو دبابے عرب کلام الٰہی جیسا کلام پیش کرنے کے چیلنج کو قبول نہ کرتے۔ اور دولت نہ ہوتی تو اسود بن مقصود عبد المطلب کے دو سو اونٹ کو ابرہہ کے پاس ہانک کر نہ لے جاتا۔ حضرت عبد المطلب کے پاس دولت و سخاوت نہ ہوتی تو ان کا دسترخوان ہر وقت بچھا نہ رہتا۔ انسان تو انسان پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والے بھی ان کے دسترخوان سے اپنے پیٹ بھرتے۔ خاندانی شہرت و مقبولیت کا غرور نہ ہوتا تو ابوطالب "لو لاان تعیرنی قریش یقولون انما حمله علی ذالك الجزع لاقررت بهاعينك" (مسلم شریف باب الایمان) کہنے پر مجبور نہ ہوتے، معلوم ہوا کہ علم کا شور بھی تھا اور دولت کی فراوانی اور خاندانی وجاہت بھی؛ لیکن اس کے باوجود اس عہد کو عہد جاہلیت کہا گیا۔

حدیث پاک میں ہے:

"وكان اهل الجاهلية يقتلون البنات خشية الفاقة."

(زمانہ جاہلیت کے لوگ تنگ دستی اور فاقہ کشی کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے)

غور فرمائیں کہ اس عہد میں علم وافر بھی تھا اور مال کثیر بھی؛ لیکن اس کے باوجود اس دور کو دور جاہلیت سے موسوم کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی ترقی کا راز نہ تو علم میں ودیعت ہے اور نہ ہی دولت میں مخفی بلکہ وہ کوئی تیسری چیز ہے جس میں انقلابِ عہد اور رمز انسانیت مضمر ہے۔

۵۷۱ء میں جب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے، رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين،، (رب کی طرف سے آگیا ایک نور اور روشن کتاب) یعنی دور جاہلیت ختم ہو گیا، اب انقلاب آفریں دور کا آغاز ہو گیا اور اس تاریک دور کے خاتمے پر "من الله نور" کی مہر ثبت کر دی، گویا یہ رب کا اعلان ہو گیا کہ جب تک میرا حبیب پیدا نہیں ہوا تھا، عہد جاہلیت ضرور تھا لیکن اب جب میرے نبی پیدا ہوئے تو دور ظلمت کا نہیں بلکہ رحمت و نور کا ہو گیا۔

چناں چہ ظلمت کدہ ماحول میں انسانیت کا سورج طلوع ہوا اور ایک مختصر عرصے میں پوری دنیا آفتاب نبوت کی چمکتی شعاؤں سے روشن ہو گئی۔

محبوب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر کون سی خوبی تھی کہ وہ تاریک عہد جس کو علم وافر ختم نہ کر سکا، دولت کثیر روک نہ سکی، اس نے جہالت کا خاتمہ کیا، زمانے کو انقلاب و انسانیت کے معنی خیز الفاظ سے نہ صرف سجایا بلکہ عملی طور پر زمانے میں انقلاب پیدا کیا۔

جس وصف نے زمانے میں انقلاب برپا کیا وہ ہے رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ جس کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

صدر المدرسین دار العلوم شیخ احمد کھٹو، سرخیز، احمد آباد
azhar.misbahi1@gmail.com

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"
(بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے [کنزالایمان])
اور کہیں فرماتا ہے:
"انک لعلی خلق عظیم"
(نبی کونین کا اخلاق بہت بلند ہے)

نبی کریم ﷺ کی ترسٹھ سالہ زندگی کا مطالعہ کریں تو یہ ظاہر ہوگا کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک اہم پہلو حسن خلق ہے جو زندگی کا وہ نمایاں وصف اور عظیم پہلو ہے کہ جس کی بنیاد پر اعلان نبوت سے پہلے ہی بے شمار افراد دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے اور کفر و شرک کی زنجیریں ٹوٹنے لگیں۔

مسلمانو! اگر آپ بھی ایک انقلاب آفریں شخص بننا چاہتے ہیں، سکون وچین کی نیند سونا چاہتے ہیں، عزت و آبرو کی زندگی جینا چاہتے ہیں تو آئیں عہد کریں کہ ہمیں سیرت نبوی سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا اور نبی کونین ﷺ کے اخلاق کی خوشبو سے اپنے دل و دماغ کو معطر کرنا اور اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے دونوں جہان کی نعمتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہونا ہے۔ کیوں کہ سیرت نبوی کے بغیر نہ انسانیت کی تکمیل ممکن ہے اور نہ ہی انقلاب کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہر انسان سیرت نبوی سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے۔

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے اخلاق کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں کہ جو زندگی کو بدلنے والی اور آخرت کو سنوارنے والی ہیں۔

جبیر بن نغیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حج پر گیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملا۔ آپ سے میں نے نبی ﷺ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا آپ فرمانے لگیں (کان خلقہ رسول اللہ ﷺ القرآن) یعنی نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن ہے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی کا اخلاق بہتر نہیں ہو سکتا جب بھی آپ کا کوئی صحابی یا گھر کا فرد آپ کو بلاتا تو آپ فرماتے لبیک (میں حاضر ہوں) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"انک لعلی خلق عظیم"
یعنی آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ (دلائل النبوۃ)

عوام الناس سے حسن سلوک:

خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابت (حسان بن ثابت کے بھائی) کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں نبی ﷺ کے اخلاق کے متعلق بتائیے۔ آپ نے کہا، میں نبی ﷺ کا پڑوسی تھا جب بھی آپ پر وحی اترتی آپ مجھے بلاتے، میں حاضر ہوتا اور وحی لکھ لیتا۔

اور جب ہم آپ سے دنیا کی بات کرتے آپ بھی دنیا کی بات کرتے اگر ہم آخرت کا ذکر چھیڑتے تو آپ ہمیں آخرت کی باتیں بتلانا شروع کر دیتے۔ اگر کھانے کا ذکر چلتا تو بھی آپ ہمارے ہم نوا ہوتے میں ان سب معاملات میں آپ کی احادیث تمہیں بتلا سکتا ہوں۔
(دلائل النبوۃ، ص،۱۶۱۔۱۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا لطف وکرم اپنی جولانیوں پر تھا۔ کس خنک ترصبح میں کوئی غلام، لونڈی یا بچہ آپ کو کہیں سے پانی لانے کے لیے کہتا تو آپ اس کے لیے پانی لے آتے اور اس کا چہرہ اور ہاتھ دھلاتے۔ کوئی شخص آپ سے سوال کرتا تو آپ اس کی طرف کان لگا لیتے اور جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کر لیتا آپ اس سے توجہ نہ ہٹاتے اور اگر کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ بلا تکلف پکڑوا دیتے اور جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا نہ چھوڑواتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی دو کام نبی ﷺ کے سامنے آتے آپ ان میں سے آسان کو لے لیتے بشرطیکہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے آپ نے کبھی اپنے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ البتہ حدود الٰہیہ توڑی جاتیں تو آپ اللہ کی رضا کے لیے انتقام لیتے۔ (ایضًا)

ازواج سے حسن سلوک:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہ مارا اور نہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کبھی کسی کو ضرب لگائی۔ اگر آپ پر کوئی زیادتی کرتا تو اس سے انتقام نہ لیتے ہاں اگر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود شرعیہ پامال کی جاتیں تو آپ رضائے الٰہی کے لیے انتقامی کاروائی ضرور کرتے۔ (ایضًا)

خدام سے حسن سلوک:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے کئی سال نبی ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کبھی مارا نہ گالی دی نہ ڈانٹ پلائی اور نہ کبھی ناراض ہوئے۔ اگر میں آپ کے کسی حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرتا تو مجھے کبھی نہ جھڑکتے اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے

جھڑکتا تو اسے فرماتے چھوڑدو اسے۔ اگر یہ کام تقدیر میں لکھا ہوتا تو وہ ضرور ہوکر رہتا۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آپ نے موٹے کنارے والی نجران سے آئی ہوئی ایک چادر کندھوں پر رکھی ہوئی تھی اچانک ایک دیہاتی آدھمکا اس نے آپ کو چادر سے پکڑ کر خوب زور سے جھنجھوڑا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سخت جھنجھوڑنے سے آپ کی گردن مبارک پر چادر کے موٹے کنارے سے نشان پڑ گئے پھر وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تمھارے پاس جو اللہ کا مال ہے مجھے اس میں سے کچھ دو۔ آپ نے اسے ایک نظر دیکھا اور مسکرا دیے اور حکم فرمایا اسے کچھ دے دیا جائے۔ (ایضًا)

دشمنوں کے لیے دعائیں:

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ آپ مشرکین کے لیے بددعا فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (در منثور ۴/۹۰۰)

تبوک سے آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس ثقیف کے وفد آئے لوگوں نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ثقیف پر بددعا کیجیے ان کے تیروں نے ہم کو جلا دیا ہے آپ نے یوں دعا فرمائی:

"اللھم اھد ثقیفا و ایت بھم"

اے اللہ ثقیف کو اسلام کی ہدایت کر اور ان کو مسلمان بنا کے لا۔

(سیرت محمدیہ، ۴۰۲/)

صلہ رحمی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ نبوت میں جب کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ یہ فلاں خاتون کو پہنچادو کیوں کہ وہ میری رفیقۂ حیات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی تھی وہ حضرت خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کی طرف بھیجا کرتے، ایک دفعہ آپ کی بہن حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے آئی حضور ﷺ نے خوشی سے ان سے گفتگو کی اور ان کی بات سنی۔

ایک دن ایک خاتون حاضرِ خدمت ہوئی حضور ﷺ نے اس کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس کے حالات احسن طریقے سے دریافت کیے، وہ چلی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ خاتون ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے زمانہ میں اکثر حاضر ہوتی تھی۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

ان حسن العھد من الإیمان.

یعنی پرانے تعلقات کو ملحوظ رکھنا اور جو تم سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا اور جو تیرے محبت کرنے والے سے محبت کرے اس کا خیال رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ (سیرت مصطفی جان رحمت ﷺ، ۳۶۸/۱)

صداقت وامانت:

امانت، عفت، سچائی اور عدل محبوب رب العلمین ﷺ کی وہ صفات تھیں کہ وہ دشمن جو حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے، اسلام کے نام ونشان مٹانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے مستعد رہتے تھے، ایسے دشمن بھی حضور ﷺ کی ان صفات کا انکار نہیں کرسکتے تھے بلکہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ حضور ﷺ سے زیادہ سچا وامین اور کوئی نہیں ہے۔ (ایضًا)

اعلان نبوت سے پہلے ہی حضور ﷺ امین اور صادق کے القاب سے اپنے معاشرہ میں معروف ومشہور تھے، جب کعبہ شریف کی پہلی عمارت پے در پے سیلابوں سے شکستہ ہوگئی تو اہل مکہ نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا، جب اس کی بنیادیں وہاں تک پہنچ گئیں جہاں حجر اسود کو رکھنا تھا تو اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو، اس کشمکش نے یہ سنگین صورت اختیار کرلی کہ قریب تھا کہ خونریز جنگ شروع ہوجائے اور کشتوں کے پشتے لگ جائیں، کسی صاحب نے کہا کہ اس بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے کی بجائے تم اپنے میں کوئی ثالث چن لو جو اس کے بارے میں تمھارے اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کی اور طے یہ پایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہو وہ ہمارا ثالث ہوگا جو فیصلہ وہ کرے گا؛ ہم تمام قبائل دل وجان سے اس کو قبول کرلیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن لوگ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیے کون شخص سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہوتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کے محبوب محمد ﷺ وہ پہلے شخص ہیں جو حرم شریف میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر سب کے دل مطمئن ہوگئے اور خوشی سے وہ یہ

کہنے لگے۔

(ھذا محمد الامین قد رضینا بہ) (الشفاء)

یہ محمد مصطفی ہیں جو امین ہیں ہم اپنی رضامندی سے ان کو اپنا ثالث تسلیم کرتے ہیں ﷺ،،۔

شانِ استغفار و توبہ:

"سرور عالم ﷺ اس مقام رفیع کے باوجود جس پر رب کریم نے حضور کو فائز فرمایا تھا دن میں بار بار استغفار اور توبہ کرتے تھے، امام بخاری کی روایت میں ستر بار اور طبرانی کی روایت میں سو بار الفاظ آئے ہیں دونوں اعداد سے مراد استغفار و توبہ کی کثرت ہے،،۔ رسول کائنات کے اس طرز عمل سے ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی اپنی گناہوں سے تائب ہوں۔

شانِ عدالت:

"حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر کسی کو تکلیف پہنچتی تو حضور اس کو اجازت دیتے کہ اتنی تکلیف حضور ﷺ کو پہنچا کر بدلہ لے لے، اسی طرح ہم نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کرتے ہوئے دیکھا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو حکم دیا کہ اس خراش کا بدلہ لے لے جو اسے حضور ﷺ سے نادانستہ پہنچی ہے، سرکار دو عالم ﷺ نے اعرابی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ آپ سے بدلہ لے لے، اعرابی نے عرض کی میں نے حضور کو معاف کیا میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں ہر گز بدلہ نہیں لوں گا خواہ میری جان پر بھی بن جائے، حضور ﷺ نے اس کو دعاے خیر سے مشرف فرمایا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھیں ایک شخص نے بتایا۔ غزوۂ حنین کے موقع پر ایک دفعہ بڑی بھیڑ تھی میرے پاؤں میں بڑے سخت قسم کا جوتا تھا میں نے اس جوتے کے ساتھ حضور کے قدم مبارک کو لتاڑ دیا، حضور ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی اس کے ساتھ مجھے کچو کا دیا اور فرمایا تونے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، رات بھر میں اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا اور اپنے آپ کو کہتا رہا کہ تونے اللہ کے پیارے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص میرے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ وہ شخص کہاں ہے میں نے کہا حاضر ہوں۔ اس شخص نے کہا حضور نبی کریم ﷺ تجھے یاد فرمارہے ہیں میں اس کے ساتھ لرزاں ترساں چل پڑا شاید میری کل کی کارستانی کی مجھے سزا دی جائیگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل تونے اپنی بھاری بھرکم جوتی سے میرے پاؤں کو لتاڑا تھا اور مجھے تکلیف پہنچائی تھی، پھر میں نے تمہیں کچو کا دیا تھا ۸۰/ اسی اونٹنیاں اس کچو کے کا بدلہ ہیں جو کچو کا میں نے تجھے دیا تھا،،۔ (ایضًا)

خبر گیری:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات ۲)

تو حضرت ثابت ابن قیس گھر میں رک گئے اور اپنے آپ سے کہا میں تو جہنمیوں میں سے ہو گیا (کیوں کہ ان کی آواز بلند تھی) اور نبی کریم ﷺ سے بھی ملاقات کرنی چھوڑ دی تو نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذ سے دریافت فرمایا کہ اے ابو عمرو کیا ثابت کسی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں حضرت سعد نے عرض کیا وہ تو میرے پڑوسی ہیں مجھے ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے کہ انہیں کوئی مرض لاحق ہوا ہے تو حضرت سعد نے حضرت ثابت کے پاس آکر ان کو پورے معاملے سے آگاہ کیا تو حضرت ثابت نے کہا کہ جب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے میں رک گیا ہوں کیوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سب سے زیادہ کون بلند آواز میں باتیں کرتا ہے اسی وجہ سے میں گھر میں رک گیا کہ کہیں میں جہنمی نہ بن جاؤں، حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ کو اس کے متعلق خبر دی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ثابت جنتیوں میں سے ہیں (صحیح مسلم ۱/۷۵)

مذکورہ حدیث میں غور فرمائیں کہ ایک دن بھی اگر کوئی صحابی معمول کے مطابق کاشانۂ اقدس ﷺ سے غائب رہتے تو فوراً حال دریافت فرماتے خیریت معلوم کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کو اصاغر کی خبر گیری کرنی چاہیے۔

☆☆☆☆

امام دار الہجرۃ، فنافی الرسول امام
مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید اسد علی اویسی

نام: مالک   **والد کا نام:** انس

شجرہ نسب: مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرہ بن الحارث

ولادت: ۹۳ھ مدینہ طیبہ میں۔

رسول اللہ ﷺ سے نسبت: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے پَر دادا (سیدنا ابو عامر بن عمرہ) جلیل القدر صحابی تھے، غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں انہیں سرکار ﷺ کی صحبت حاصل رہی۔

بشارتِ مصطفی ﷺ بحق امام دار الہجرۃ: مصطفی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عن قریب لوگ علم کی طلب میں سفر کرکے اونٹوں کے (طویل سفر کے باعث) جگر پگھلا دیں گے پھر انہیں عالمِ مدینہ سے بہتر کوئی عالم نہیں ملے گا۔

امام سفیان بن عیینہ اور امام عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ کے اس فرمان میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ ہے۔

[امام زرقانی، شرح موطا، ۱/۳]

آغاز تعلیم: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دور میں آنکھ کھولی جب صحابہ کرام کے فیوض یافتگان علم کی روشنی آگے کی جانب منتقل کر رہے تھے، ان میں امام زہری، امام یحیی بن سعید، امام زید بن اسلم شامل ہیں (انہی ائمہ کی زندہ کرامت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت میں امتِ مسلمہ کو میسر آئی)۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذوقِ حصولِ علم کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں وسائل نہ ہونے کی بنا آپ نے اپنی چھت توڑ کر اسکی کڑیاں فروخت کرکے حصولِ علم کے لیے کتابیں خریدیں۔

اساتذہ: آپ نے ۹۰۰ سے زائد اساتذہ سے علم حاصل کیا، جن میں سے ہم اختصار کے ساتھ چند جلیل القدر اساتذہ کے اسما درج کر رہے ہیں:۔

۱۔ امام نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۔ امام زید بن اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳۔ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵۔ امام یحیی بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۶۔ امام ابن مکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۷۔ امام ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۹۔ امام ابو زبیر المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰۔ امام حمید الطویل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۱۱۔ امام ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۔ امام ابو زناد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ائمہ اسلام کے تاثرات:

(۱) امام ابنِ وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
اگر امام مالک اور امام لیث نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔

[غلام رسول سعیدی، تذکرۃ المحدثین، ص ۹۵]

(۲) امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
میرے نزدیک تبع تابعین کی جماعت میں امام مالک سے زیادہ کوئی عظیم شخص نہیں۔ [امام ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۹/۱۰]

(۳) امام عبد الرحمان مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان دونوں فنون (روایتِ حدیث اور قواعدِ سلف) کے امام تھے۔۔ ان سے بڑھ کر میں نے (اپنے زمانے میں) عقل مند شخص نہیں دیکھا۔ [امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، درایۃ الموطا، ص ۱۷]

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ کی ثقاہت کا اعتراف کیا اور آپ کی علمِ حدیث میں اعلی سند (مالک عن نافع عن ابنِ عمر) کو صحیح ترین سند قرار دیا۔ [امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، درایۃ الموطا، ص ۱۷]

وسیلہِ مصطفی ﷺ اور امام مالک: خلیفہ منصور (ابو جعفر) نے مسجدِ نبوی میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ میں قبلہ رُخ ہو کر دعا کروں یا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوں؟ (خلیفہ کے اس سوال پر) امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: تم کیوں رسول اللہ ﷺ سے منہ پھیرتے ہو حالاں کہ رسول اللہ ﷺ تمھارے اور تمھارے والد حضرتِ آدم علیہ السلام کے بروزِ قیامت اللہ عزوجل کی جناب میں وسیلہ ہیں، تم رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف متوجہ ہو کر رسول اللہ ﷺ سے شفاعت مانگو۔ [امام قاضی عیاض مالکی، الشفاء، ۲/۴۴]

امام سید احمد زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں کوئی وضاع یا کذب (جھوٹ) نہیں۔

[الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ، ص ۲۳]

تعظیم احادیثِ مصطفی ﷺ اور امام مالک: امام قاضی عیاض

مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں : امام مالک جب بھی کوئی حدیث بیان کرتے تو (پہلے) وضو کرتے، ادب سے بیٹھتے، عمدہ لباس پہنتے پھر حدیث بیان کرتے۔[الشفاء، ۲/۴٦]

دفاعِ ناموس رسالت ﷺ اور امام مالک: خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی (اُسے کیا سزا دی جائے گی کیا صرف کوڑے مار کر چھوڑ دیا جائے گا؟) اس پر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غضب ناک ہوکر فرمایا: وہ شخص گستاخی کے بعد کافر ہوگیا اُسے قتل کردینا چاہیے اور جو صحابہ کی گستاخی کرے اُسے کوڑے مارنے چاہیے۔[الشفاء، ۲/۲۰٤]

تعظیمِ مدینہ اور امام مالک: امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں :

امام مالک مدینہ منورہ میں جانور پر سوار ہوکر نہیں چلتے اور فرماتے کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں سواری کے جانور سے ارضِ مقدس کو پامال کروں جہاں رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔۔۔

(امام قاضی عیاض) مزید لکھتے ہیں:

امام مالک نے ایک شخص کو ۳۰ کوڑے مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا تھا کیوں کہ اس نے (معاذاللہ) یہ کہا تھا کہ مدینہ کی زمین ردی ہے حالانکہ وہ شخص عزت دار تھا۔[الشفاء، ۲/۵٤]

علمِ امام مالک کے چراغ: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۷ سال کی عمر مبارک میں درسِ حدیث کا آغاز فرمایا، حدیث شریف پڑھانے سے پہلے غسل کرتے، عمدہ لباس پہنتے (اور تعظیم حدیث میں) خوشبو لگاتے پھر مسندِ حدیث پر بیٹھتے، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار اُن ائمہ میں ہوتا ہے جنھوں نے اس امت کو اپنے وقت کے اماموں کی جماعت عطا فرمائی، جن میں سے چند مشہور شاگردوں کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

۱۔امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۔امام یحیی اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳۔امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۔امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵۔امام ابن جریج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ٦۔امام ابواسحاق فزاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۷۔امام ابوعلی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۔امام خالد بن مخلد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۹۔امام حماد بن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اکابر کا اصاغر سے روایت: امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عمر، شرف، علم۔الغرض بہت سے اعتبار سے ممتاز ہیں (اس کا اعتراف خود امام مالک نے فرمایا): امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام شافعی سے فرمایا: اگر وہ (امام اعظم) آپ (امام شافعی) کے ساتھ (اس مسجد میں موجود) ستون کو (دلائل کی بنیاد پر) سونے کا ثابت کرنے پر کلام کرتے تو اس پر حجت قائم کردیتے۔

[امام مزی، تہذیب الکمال، ۲۹/۴۲۹، مؤسستہ الرسالۃ بیروت]

یہاں پر یہ بات بھی قابلِ دید ہے کہ جسے امام دار القطنی (انظر: غرائب)، امام نووی (انظر: تقریب)، سخاوی (انظر: مقاصد الحسنہ) اور امام جلال الدین سیوطی شافعی (الفانید فی حلاوۃ الاسانید، ص۲) نے بیان کیا کہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث کی روایت کی ہے، یوں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامعین میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے (یہ بات کوئی کم علمی کی دلیل نہیں کے بڑا چھوٹے سے روایت کرے بلکہ یہ تو علم کی اصل ہے کہ جہاں سے علم کا حصول ممکن ہو اسے حاصل کیا جائے، یہ بھی یاد رہے کہ امام بخاری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت حدیث کی ہے حالاں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے)۔

امام مالک اور موطا: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب ـ"موطا" لکھ کر اُمتِ محمدی پر بہت بڑا احسان کیا ہے، آپ نے خلیفہ منصور کی فرمائش پر اِس کتاب کو تحریر فرمایا، آپ کا اس کتاب کی تحریر میں اخلاص ایسا تھا کہ آپ نے فرمایا: اگر ان اوراق میں سے ایک ورق بھی (پانی میں ڈالنے سے) بھیگ جائے تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں، لیکن یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صدق نیت اور اخلاص کا ثمرہ تھا کہ پانی میں ڈالنے کے باوجود اوراق میں سے کوئی ورق بھیگا نہیں (بلاشبہ) امام مالک کی یہ خدمت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہے (اور اسی بنا پر) اس کتاب کی ثقاہت تمام ائمہ حدیث کے نزدیک مسلم ہے۔

حافظ موطا مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا: کتاب اللہ کے بعد (اپنے زمانے میں) روئے زمین پر اس سے صحیح کوئی کتاب نہیں۔[امام زرقانی، شرح موطا، ۱/۸]

امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

موطا کی صحت و قوت سے لوگوں کے دلوں میں جس قدر ہیبت طاری ہے (کہ اس بنا) اس کا کوئی کتاب مقابلہ نہیں کرسکتی۔

[عبدالحی لکھنوی، التعلیق الممجد، ص ۱۵]

اِس کتاب کی شہرت وثقاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے بعض علما نے اِسے صحاح ستہ میں شمار کیا ہے اور محدثِ ہند امام شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کُتب کی تقسیم میں اس کتاب کو صحیح بخاری و صحیح مسلم کے درجہ میں رکھا ہے۔

وصال: امام مالک ۱۷۹ھ میں اِس دار فانی سے تشریف فرما ہوئے، آپ وہ عالمِ ربانی ہیں کے جنہیں روز بلاناغہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔[امام ابونعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ٦/۳۱۷]

❊ ❊ ❊

علامہ فاروق و شبلی - ایک تجزیاتی مطالعہ

ایک شیر اور بچہ شیر کی داستان شوق

محمد افروز قادری چریاکوٹی

عہد قدیم سے اعظم گڑھ فکر و فن، علم و ہنر، دین و دانش، اور شعر و ادب کی آماجگاہ رہا ہے۔ اس کی کوکھ سے بے شمار اہل اللہ، اصحاب فضل و کمال اور ارباب فکر و دانش نے جنم لیا جن کی علمی و فکری اور روحانی کاوشوں سے یہ خطہ رشک یونان و شیراز بنا رہا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس، سیاست و تمدن، معیشت و معاشرت غرض علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں ضلع کے مردم خیز قصبات و مواضعات سے ایسے اشخاص اُٹھے جن کی رخشندگی سے آسمان علم و فن اب تک منور و تاباں ہے۔ انھیں نامور مواضعات میں ایک مشہور موضع چریاکوٹ بھی ہے۔ اس خاک نے ایسے نابغہ دہر اور نادر روزگار علما و فضلا پیدا کیے ہیں جن سے کوئی سات صدیوں تک برابر علم و فکر کی آبیاری ہوتی رہی، اور حکمت و ہنر کی برہم زلفوں کو سنوارا جاتا رہا۔ اسی خاک کے ایک پروردہ علامہ شبلی نعمانی بھی ہیں جنھیں علامہ فاروق عباسی چریاکوٹی کے دامن استفادہ سے لپٹ کر معراج علم و کمال تک پہنچنا نصیب ہوا۔

قبل اس کے کہ اصل موضوع کا تار چھیڑا جائے آئیے علامہ فاروق عباسی چریاکوٹی اور مولانا شبلی نعمانی کے مختصر سوانحی خاکوں سے ذرا سی آگاہی حاصل کر لی جائے۔

علامہ محمد فاروق عباسی چریاکوٹی (م ۱۳۲۷ھ):

آپ قاضی علی اکبر بن قاضی عطائے رسول عباسی چریاکوٹی کے فرزند اصغر تھے۔ چریاکوٹ ضلع اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اپنے بڑے بھائی قاضی عنایت رسول عباسی چریاکوٹی (م ۱۳۲۰ھ) سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی کتابیں پڑھیں، علم ہیئت مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی (م ۱۳۰۵ھ) سے غازی پور میں اور علم فقہ و اصول فقہ مفتی محمد یوسف فرنگی محلی (م ۱۲۸۲ھ) سے مدرسہ امامیہ حنفیہ، جون پور میں حاصل کیا اور حاشیہ زاہدیہ بر شرح ملا جلال مولانا ابوالحسن منطقی سے پڑھا۔ اور پھر دیگر علوم و فنون کی تحصیل میں ایسے منہمک ہوئے کہ علمائے مشاہیر کی صف میں آپ کا نام امتیازی مقام حاصل کر گیا۔ حتیٰ کہ علم و ہنر کی تحصیل نے آپ کو ملک حجاز کے سفر پر روانہ کیا، جہاں آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ساتھ ہی اکابر علمائے کرام اور فقرائے اہل اسلام کی صحبت سے بھی برابر فیض یاب ہوتے رہے۔ مختلف مقامات پر تعلیم و تدریس کا کام کیا۔ فارسی و عربی زبان و ادب میں بڑی مہارت تھی۔ مختلف زبانوں میں درجن کے قریب کتب و رسائل آپ کی علمی و تحقیقی یادگار ہیں۔ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۹ء/ ۱۳/ شوال ۱۳۲۷ھ کو انتقال ہوا۔ دھاواں شریف، غازی پور کے ایک احاطے میں جہاں کئی بزرگوں کے مزارات ہیں آپ مدفون ہیں۔ (تفصیل کے لیے تذکرۂ علمائے ہند، نزہۃ الخواطر اور تذکرہ علمائے اعظم گڑھ کا مطالعہ فرمائیں)

مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء):

علامہ شبلی نعمانی اُردو کے مایۂ ناز علمی و ادبی شخصیات میں سے ہیں۔ خصوصًا اُردو سوانح نگاروں کی صف میں ان کی شخصیت سب سے قد آور ہے۔ شبلی نعمانی اعظم گڑھ میں ۱۸۵۷ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ حبیب اللہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سے ریاضی، فلسفہ اور عربی کا مطالعہ کیا۔ اس طرح انیس برس میں علم متداولہ میں مہارت پیدا کر لی۔

۱۸۷۶ میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ وکالت کا امتحان بھی پاس کیا مگر اس پیشہ سے دلچسپی نہ تھی۔ علی گڑھ گئے تو سر سید احمد خان سے ملاقات ہوئی، چنانچہ فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہیں سے شبلی نے علمی و تحقیقی زندگی کا آغاز کیا۔ پروفیسر آرنلڈ سے فرانسیسی سیکھی۔ ۱۸۹۲ میں روم اور شام کا سفر کیا۔ ۱۸۹۸ میں ملازمت ترک کر کے اعظم گڑھ چلے گئے۔ ۱۹۱۳ میں دار المصنفین کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۱۴ میں انتقال ہوا۔

مشہور تصانیف: ۱۔ الفاروق۔ ۲۔ سوانح مولانا روم۔ ۳۔ علم الکلام۔ ۴۔ المامون۔ ۶۔ موازنہ (دبیر و انیس)۔ ۷۔ شعر العجم۔ ۸۔ مقالات شبلی۔ ۹۔ سیرت النعمان۔ ۱۰۔ سیرت النبی۔ شروع میں شبلی اپنے خاندانی اثر کے مطابق مذہبی لحاظ سے مضبوط فکر کے حامل ہوا کرتے تھے، پھر سر سید احمد خان کی قائم شدہ علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلق کے بعد شبلی کسی قدر آزاد خیال ہو گئے۔ (یہ حالات 'آزاد دائرۃ المعارف، وکیپیڈیا' سے ماخوذ

ہیں۔تفصیل کے لیے حیاتِ شبلی۔اور شبلی نامہ وغیرہ کتب دیکھی جائیں)

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ مولانا فاروق عباسی چریاکوٹی ہندوستان میں علم واَدب کے ایک مسلم الثبوت اُستاد ہیں، اور علم واَدب سے یہ دلچسپی اور ادیبانہ رنگ آپ کے شاگردِ خاص شبلی نعمانی کو بطورِ خاص ملا؛ کیوں کہ مولانا ہی کے دامن فیض میں اُن کی آنکھیں کھلیں، اور انھیں کے خرمن کمال کے خوشہ چیں ہوکر وہ باکمال بنے۔شبلی کے ساتھ آپ کے تعلقات محض اُستاذانہ نہیں بلکہ مختلف الجہات ہیں۔اور کمال کی بات یہ ہے کہ جس طرح شاگرد کو اپنے اس مایۂ ناز اُستاد و مربی پر فخر وناز تھا یوں ہی اُستاد بھی ایسے ہونہار و بلند اقبال شاگرد پر نازاں اور سوجان سے فدا تھا۔سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی کے حالاتِ زندگی کے باب میں مولانا فاروق چریاکوٹی کے تعلق سے 'معارف' جلد۱، نمبر۲، اعظم گڑھ میں سیر حاصل بحث کی ہے جس سے ایک طرف اُستاد وشاگرد کا تعلق نکھر کر سامنے آتا ہے تو دوسری طرف مولانا فاروق کی قامت علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے:

'غازی پور میں ایک 'چشمہ رحمت' ہے، یہ چشمہ فیض (علامہ شبلی) وہاں سے بھی سیراب ہوا ہے۔ مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی -جو اس عہد کے فاضل اجل اور مولانا عنایت رسول صاحب چریاکوٹی کے برادرِ اصغر تھے -وہ ان دنوں مدرسہ غازی پور کے صدر مدرس تھے۔ مولانا شبلی نے مولانا ممدوح سے نصابِ عربی کی متوسطات سے انتہا تک تعلیم حاصل کی۔

مولانا فاروق چریاکوٹی 'فلسفہ، منطق، ہندسہ، ادب عربی اور ادبِ فارسی میں خاکِ ہند کے آخری فرزند تھے۔ ان کے بعد علما میں ان فنون کے کامل شاید ہی اُٹھیں۔ مجھ کو فخر رہے گا کہ اس ہیچمدان (سید سلیمان ندوی) نے جس طرح مولانا شبلی کے دامن تربیت میں پرورش پائی اسی طرح مولانا محمد فاروق کے آغوش تعلیم میں بھی تین برس تک پلا ہے۔

مولانا فاروق کو اپنے شاگرد (شبلی) سے اس قدر انس و محبت تھی کہ وہ خود اپنے کو بیشہ دانش کا شیر اور شاگرد کو 'بچہ شیر' کہتے تھے۔ چنانچہ استاد نے شاگرد کا سجع کہا تھا: أنا أسد وأنت شبلي۔

مولانا (شبلی) کے رفقاے تعلیم کا بیان ہے کہ اس عہد میں مولانا فاروق کی معقولات دانی کا شور تھا۔ چنانچہ مولانا شبلی جس درسگاہ میں جاتے تھے، 'بچہ شیر' کو شیر سمجھ کر ہر طرف سے طلبہ مناظرہ ومباحثہ کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے، اور یہ پہلوان یکہ وتنہا ہر دنگل سے فخر وغرور کے ساتھ باہر آتا تھا۔

اعظم گڑھ سے مولانا شبلی رام پور تشریف لے گئے، مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی کی درسگاہ میں آئے؛ لیکن مولانا فاروق چریاکوٹی کے تربیت یافتہ کو اب یہاں کیا جوہر نظر آسکتا تھا۔ہاں! مولوی ارشاد حسین صاحب سے فقہ کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں'۔(۱)

علامہ شبلی نعمانی خود اس تعلق سے رقم طراز ہیں :

'میں نے معقولات کی تمام کتابیں مثلاً میر زاہد، ملا جلال مع میر زاہد، حمد اللہ، شرحِ مطالع، صدرا، شمس بازغہ ان ہی سے پڑھیں اور میری تمام تر کائنات ان ہی کے اِفادات ہیں۔ فارسی کا مذاق بھی ان ہی کا فیض ہے۔ اکثر اساتذہ کے اشعار پڑھتے اور ان کے ضمن میں شاعری کے نکتے بتاتے'۔(۲)

شبلی نعمانی 'تصنیف وتحقیق کی دنیا کا ایک مسلم نام ہے۔اُن کی قلمی ساحریت اور فکری بوقلمونیت نے زمانے کو علم وکمال کی بہت سی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہے۔لیکن یہ بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ اُن کی تصنیفات وتحقیقات مدتوں مولانا فاروق کی صلاح واِصلاح کے زیر سایہ پرورش پاتی رہی ہیں۔ بقول شبلی 'میری تمام تر کائنات انھیں (مولانا فاروق) کے اِفادات ہیں'۔ تو یہ سلسلہ اِفادات صرف تعلیم وتدریس کے میدان تک ہی محدود نہ رہا بلکہ شبلی کی قلمی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں بھی مشفق اُستاد و مربی قدم بہ قدم رہنما رہا ہے۔ ذیل میں شبلی کے نام مرسلہ مولانا فاروق چریاکوٹی کے دو خطوط ہمارے اِس دعوے کی تصدیق کردیں گے۔

[۱] بني! لا زالت تتجنب الغي ، قد بلغنا أمس الغابر هٰذا البلد القفر الغادر، وأقمنا قبل ذلك المقام بغازي پور عشرة أيام، والاٰن وسمعت أن كتابا منك قد رجع قهقرىٰ غير واصل إلى العبد المبتلى، وإني رأيت رسالتك ولاحظت بعين المتعمق مقالتك، الاٰن باذل قدرا من جهدي في ربط بعض شتاتها وتعبير بعض ألفاظها وكلماتها والدعاء. ١٢ .محمد فاروق من مقام بليا. دار الخليل.(۳)

ترجمہ: میرے عزیز بیٹے! تم گمرہی سے ہمیشہ محفوظ رہو۔ گزشتہ کل ہم اس بے وفا شہر بیاباں میں پہنچے اور یہاں آنے سے پہلے دس دن غازی پور میں ٹھہرے، یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ تمھارا ایک خط بندۂ گرفتار بلا تک پہنچے بغیر اُلٹا واپس چلا گیا اور میں نے تمھارا رسالہ دیکھا اور گہری نظر سے تمھاری تحریر کا مطالعہ کیا۔اب میں تھوڑی سی محنت کرکے کہیں کہیں

اس کی بے ربطیوں کو ٹھیک کروں گا اور بعض جگہ الفاظ وکلمات کو بھی درست کروں گا۔ دعا۔ فقط محمد فاروق۔ از مقام بلیا، دولت خانہ محمد خلیل۔

[۲] بسم الله ، قرة عيني كشف الله وأزاح بعدا بينك و بيني، اليوم قد بلغني كتابك ووقفت علىٰ ما حوى به خطابك فقر عيني وسر بالي و رخص عني درن كآبتي وملالي، بارك الله لك في الأدب والمآل وزادك بركة في محاسن الأعمال، وما سألتني عن حالي وبزي الخلق البالي، فقضيتي التي كانت بيني وبين البغيض الخنفع دائرة لم تختم الآن، اللّٰهم انصرني عليه واجعل منك عليه دائرة، لعل الله يجب دعوتي و يقضي وطري فيما يأتي من الأسبوع، ثم أحاول إن شاء الله تعالىٰ إلى وطني الرجوع لو أخذت الفطانة بيديك اشتريت الحاشية وتركت الشرح الذي كان حاصلا لديك، الهوادي جمع هادٍ بمعنى نصل السهم، العبارة الصحيحة سنان الهوادي. والدعاء، العبد المذنب الخاطئ العاصي محمد المدعو بالفاروق الحنفي العباسي. ١٢ ربيع الأول من إلٰه آباد. (٤)

ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک! خدا تمھارے اور میرے درمیان کی دوری کو ختم کرے۔ آج کے دن تمھارا خط میرے پاس پہنچا اور تمھارے پیغام میں جو باتیں تھیں ان سے مجھے آگاہی ہوئی، اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک ملی، میرے دل کو خوشی حاصل ہوئی اور حزن وغم کا میل ڈھل گیا۔ اللہ تمھارے ادب و مال میں برکت دے اور تمھارے نیک اعمال میں افزونی ہو۔ تم نے میرا حال دریافت کیا ہے اور میری خستگی وپریشانی کے متعلق پوچھا ہے تو سنو، جو مقدمہ میرے اور نابکار دشمن کے درمیان چل رہا ہے تھا وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ اے اللہ! تو اس کے مقابل میری مدد کر اور اس پر اپنی طرف سے مصیبت نازل فرما۔ شاید اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے اور اگلے ہفتے میں میری مراد پوری کرے۔ اس کے بعد میں ان شاء اللہ اپنے وطن لوٹنے کا قصد کروں گا۔ سمجھ داری یہ ہوتی کہ حاشیہ لے لیتے اور تمھارے پاس جو شرح ہے اسے چھوڑ دیتے۔ ہوادی، ہادی کی جمع، بمعنی تیر کا پھل ہے۔ صحیح عبارت سنان الہوادی ہے۔ دعا۔ بندۂ گنہ گار، خطا کار، عصیاں شعار: محمد فاروق حنفی عباسی۔ ۱۲/ ربیع الاوّل۔ از الہ آباد۔

☆ دراصل مولانا فاروق چریاکوٹی کے نجی مکان پر کسی بدطینت شخص نے دعویٰ کر دیا تھا، تو یہاں اسی مقدمہ کا بیان مولانا نے کیا ہے، جس میں بالآخر انھیں کامیابی نصیب ہوئی، اور دشمن خاسر ہوا۔

ان دو خطوط کی روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سفر و حضر بہر حا شبلی نعمانی کا علمی وقلمی سلسلۂ استفادہ مولانا کے ساتھ منقطع نہ ہونے پایا تھا اور مغلق مقامات کی تحلیل میں وہ مولانا فاروق کو مستند مرجع اور حرفِ آخر سمجھتے تھے۔

شبلی کے معروف سیرت نگار شیخ محمد اکرام مولانا فاروق کی صفت معقولیت کے جوہر کو نکھارتے ہوئے، شبلی کے استفادے کی نوعیت کو اُجاگر کرتے ہوئے نیز اُستاد وشاگرد کی کچھ مشترکہ صفات کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں :

'مولانا فاروق ایک بوقلموں شخصیت کے مالک اور ایک ہر فن مولا بزرگ تھے...۔ ان کو معقولات سے غیر معمولی شغف تھا اور انھوں نے ہونہار شاگرد کو بڑی محنت اور محبت سے تعلیم دی۔ چنانچہ شبلی میں اگر ایک دوایسی کوتاہیاں رہ گئیں جن سے معقولات کے مخالف ڈراتے ہیں تو معقولیوں کی ساری خوبیاں بھی ان میں موجود تھیں۔ مولانا فاروق کے زیر اثر ان کا ذہن بڑی ترقی کر گیا۔ خیالات میں ایک منطقی ترتیب آگئی اور مناظروں میں حریف کو نیچا دکھانے کی اہلیت پیدا ہوگئی بلکہ طبیعت پر ایک ایسا مناظرانہ رنگ غالب آگیا جو تمام عمر ان کی تحریر وتقریر کا مابہ الامتیاز رہا۔

مولانا محمد فاروق کی صحبت وتعلیم نے ہونہار شاگرد کے ذہن کو جلا دے دی؛ لیکن شبلی کا وہ رنگِ طبیعت جس پر بعد میں محتاط اور متقی علما کی جماعت معترض ہوئی اس صحبت میں پرورش پاتا رہا اور شاگرد کے علاوہ اُستاد میں بھی جلوہ نما تھا۔ مولانا فاروق اس زمانے کے مشہور عالم تھے لیکن شبلی کی فطرت ثنویت اور بوقلمونی ان میں بھی موجود تھی۔ وہ بیک وقت مذہبی عالم اور عدالتی وکیل تھے۔ مذہبی درس گاہوں کی بھی رونق تھے اور فن موسیقی پر بھی فریفتہ تھے، شمع علم کے بھی وہ شیدا تھے اور عشقیہ شعر بھی خوب لکھتے تھے، مذہبی بحثوں میں بڑے جوش سے حصہ لیتے تھے لیکن ارکانِ مذہب کی بجا آوری میں بقول شبلی خود بے پروا تھے۔ وہ خود ایک مثنوی میں اپنی طبیعت کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

نمی بینی کہ طرفہ بلبلم من
کزیں اجوبہ ہر محفلم من
بر میداں نمود دم ترکتازی

خواندم نامۂ ترکی وتازی
گہے از لوح رازی خواندہ ام حرف
گہے از حرفِ تازی بستہ ام طرف
گہے اندر مقامِ لحن شیراز
شدم با اہلی وسعدی ہم آواز
گہے در بزم گاہِ نغمہ سازی
سخن راندم بآہنگ حجازی
حسودا! آں فروزاں گوہرم من
کہ شمع من بہر بزمے ست روشن

چنانچہ شاگرد پر بھی یہی رنگ چڑھ گیا جو بعد میں اس کی وساطت سے طلباے ندوہ کو وراثت میں ملا'۔ (۵)

مولانا فاروق اور شبلی کے درمیان تعلقات کی نوعیت محض رسم شاگردی کی پابند نہ تھی بلکہ ان دونوں میں حد درجہ دل بستگی اور مذاق کی یگانگت بھی تھی۔ ایک لطیفہ سے اس دعوے کی تصدیق ہوجائے گی کہ دونوں میں بے تکلفی کس حد تک تھی۔

ایک مرتبہ شاگرد ننگے سر بیٹھا تھا۔ اُستاد نے پیچھے سے آکر سر پر ایک ہلکی سی چپت لگائی اور مذاق سے کہا:

ہے گاہ چپت گاہِ خلائق یہ سر

شاگرد نے برجستہ جواب دیا :

جتنے ہیں سران پہ ہے فائق یہ سر

یوں ہی ۱۹۰۷ء میں جب شبلی نعمانی کا پاؤں کٹا تو ان کے اس حادثہ پا پر جہاں ان کے اور مخلصوں نے رباعیاں اور نظمیں لکھیں جن میں اس غم ناک واقعہ کی عجیب عجیب لطیف شاعرانہ توجیہات کی گئیں ان میں سب سے زیادہ فخر کے قابل آپ کے اُستاد و مربی مولانا فاروق کی فارسی مثنوی ہے۔ آپ نے اس میں بڑے پیار اور محبت سے اپنے شاگرد کی بیمار پرسی کی ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اے دل افروز شمعِ علم و ہنر
نورِ چشم جہان وجانِ پدر
من شنیدم کہ اندریں پرکار
گشتی از دستِ روزگار فگار
آفت ناگہاں رسید بہ پائے
پاے آں رہ نوردِ جہاں پیمائے
تیرے از چند خود پسند رسید
شبلی ات را بہ پاگزند رسید
ایں خبرچوں بگوشِ من بہ رسید
تاب بش نفتش زمن بہ رسید
آوخ آں پائے راہ پیمائے
بسوے طیبہ گام فرمائے
ہم رہِ مصر وشام وروم برید
حیف از ساق خود جدا گردید
دل بجوش آمدم بہ نوحہ گری
بادِ چوں آید از تورہ سپری
گرچہ پایت زساق گشتہ جدا
لیک صبرت چو کوہِ پا برجا
اے خداوند واہب اعمار
دائمش بر رہِ سعادت دار (۶)

اس مثنوی کے یوں تو سارے ہی اشعار اپنا جواب آپ ہیں لیکن ایک شعر میں 'شبلی اَت' کی ترکیب سے اُستاد کے جوشِ محبت اور فرطِ لگاؤ کا اندازہ اہلِ ذوق بآسانی کرسکتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ مولانا فاروق عباسی فطرتاً آزاد طبع واقع ہوئے تھے، اور آپ کا یہ وصف آپ کے شاگرد شبلی میں بھی پورا پورا منتقل ہوا؛ لیکن فرق یہ ہے کہ اُستاد کی آزادی طبع محض طبیعت کی آزادی تک ہی محدود رہی؛ لیکن شاگرد نے اس سلسلے میں اپنے اُستاد کو بہت پیچھے چھوڑ دیا کہ اس کی آزادی طبع نے اسے مذہب سے بھی آزاد کردیا جس کا خمیازہ اسے زندگی میں بھی بھگتنا پڑا اور آج بھی مختلف جماعتوں کے تفسیقی و تضلیلی فتوے اس کا بک ٹٹ تعاقب کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر کوئی مولانا فاروق کی علمی ودینی شخصیت پر شبلی نعمانی کی اُستادی کے باعث انگلی اُٹھائے تو یہ بڑی ناانصافی کی بات ہوگی؛ کیوں کہ شبلی محض علامہ چریاکوٹی ہی کے شاگرد نہیں بلکہ وہ دیگر معروف اَساتذۂ علم وفن کے سامنے بھی زانوے تلمذ تہ کرچکے تھے۔ مثلاً: مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا عبدالحق خیرآبادی اور مولانا

احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری وغیرہ۔

بقول ڈاکٹر شبنم اکبر:

'مولانا فاروق صاحب چریاکوٹی کے بعد اگر کسی استاد نے شبلی نعمانی پر گہرا نقش چھوڑا تو وہ تھے مولانا فیض الحسن سہارن پوری جو کہ اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ شبلی کے اندر علم وادب کا صحیح مذاق انھیں کی صحبتوں سے ملا اور مرتبۂ کمال کو پہنچا۔'(۷)

مزید برآں تاریخ کے گلیاروں میں ہمیں ایسے بہت سے زندہ واقعات ملتے ہیں جب شاگرد نے اُستاد کے فکرو منہاج سے بغاوت کی ہے اور اس کے قدم اُستاد کے کھینچے ہوئے خطوط سے بہت باہر نکل گئے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بقولِ شبلی: 'میری تمام تر کائنات ان ہی کے اِفادات ہیں' لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی امرواقعہ ہے کہ اخیر وقت میں اُستاد وشاگرد کے یہ دیرینہ تعلقات کچھ علمی وفکری اِختلافات کے باعث خستہ وشکستہ ہوگئے تھے۔ بات اس وقت کی ہے جب شبلی نعمانی علی گڑھ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ۱۹۰۵ء کے آغاز میں ندوہ آئے اور نصاب تعلیم میں ترمیم واِصلاح کی فکر اپنے ساتھ لائے۔

وہ دراصل تحریک علی گڑھ سے متاثر ہوکر تعلیمی نصاب کی قدامت پر جدیدیت کا جامہ چڑھانا چاہتے تھے۔ اور اس سلسلے میں انھوں نے امرتسر میں وہ فارسی ترکیب بند بھی پڑھا جسے ندوہ کا منشورِ انتخابی سمجھنا چاہیے جس میں تعلیم کے قدیم اور جدید طریقوں پر بھرپور طنزاور طعنہ زنی کی گئی تھی اور اس میں ندوہ کی فوقیت بتائی گئی تھی؛ حالانکہ ندوہ خود ایک قدیم طرز کا اِدارہ تھا۔

اب دیکھیے کہ شبلی نعمانی نے قدیم طرزِ تعلیم پر جو اعتراضات کیے تھے ان کا جواب سب سے پہلے یہیں دیا گیا اور وہ بھی آپ کے قدیم ومحسن اُستاد مولانا فاروق چریاکوٹی کی طرف سے۔ سید سلیمان ندوی حیاتِ شبلی میں لکھتے ہیں :

'مولانا فاروق صاحب چریاکوٹی اس وقت دار العلوم میں مدرس اعلیٰ تھے وہ بھی امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ واپس آئے تو شاگرد (شبلی) کے اس ترکیب بند کے ان چند شعروں سے بہت خفا تھے جن میں فلسفہ قدیم پر اور علما کی جدید فلسفہ سے بے خبری پر تعریض تھی۔

تاچہ سودت دہد آں فلسفہ عہد قدیم
تاچہ سودت دہد آں ہیئت پارینہ نہاد
از عناصر سہ دشصت آمدہ اینک بہ شمار
تو ہماں در گردِ آتش وآ بستی وباد

ہم لوگ اس وقت مولانا فاروق صاحب سے فلسفہ ومنطق کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھتے تھے، پھر بھی وہ ہم لوگوں کے سامنے بڑے جوش سے ان ۶۳ عناصر کے نظریہ کی تردید فرماتے تھے اور سمجھاتے تھے، اور خیال آتا ہے کہ اس کے جواب میں چند شعر بھی کہے تھے'۔(۸)

جس اُستاد نے کبھی بڑے فخرو ناز سے اپنے آپ کو 'عرین دانش کا شیر اور شاگرد کو بچہ شیر' کہا تھا وہی اب شاگرد کے فکرو مزاج کی تبدیلی پر طنز کرتے ہوئے خامہ سرا ہے جو قدیم کے مقابلے میں جدید پر مسلسل طنز ہے ۔

شرط اسلام نہ باشد کہ بہ دنیا طلبی
التفاتِ تو بہ دین نبوی کم باشد
روز ما زار بود فلسفہ وہندسہ را
نامہ شرح پراگندہ ودرہم باشد
رسم اسلام نہ باشد کہ بہ تحصیل علوم
ہیئت وہندسہ بر شرح مقدم باشد
حل ہر مسئلہ فقہ ز یورپ طلبی
شرع پیش تو ز تقویم کہن کم باشد
از ابوبکر وعمر ہیچ بہ یادت ناید
گرمی بزمِ تو از سیزرِ اعظم باشد
درسخن بگذرد از سیرت وشانِ نبوی
ہرچہ گوئی ہمہ از گفتۂ ولیم باشد(۹)

یوں ہی شبلی نعمانی پر مولانا فاروق کے ایک علمی ریمارک کا دلچسپ واقعہ راقم الحروف کو مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری کی زبانی ایک بار سننے کا اتفاق ہوا، جسے انھوں نے اپنے اُستاد ومربی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے بارہا جلسوں میں بگوشِ خود سماعت کیا ہے۔

امرواقعہ یہ ہے کہ مولانا فاروق عقائد اہل سنت وجماعت کی پاسداری وموافقت میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی معراج جسمانی کے قائل تھے۔ تو ایک مرتبہ ہوا یوں کہ مولانا شبلی نعمانی اعظم گڑھ میں ایک محفل میلاد کے اندر تقریر کررہے تھے، اور جسمانی طور پر سفر آسمانی کے محال ہونے کی تھیوری پیش کررہے تھے،...... (باقی، ص:۱۹ پر)

بابارام پال دہشت گرد کیوں نہیں کہے جاتے

ڈاکٹر غلام زرقانی

بہت موٹی بات ہے کہ کوئی شخص رات کی تنہائی میں کسی کے گھر نقب زنی کرے اور مال ودولت لے کر نودوگیارہ ہوجائے، تو اسے چور کہتے ہیں، جو کسی بھولے بھالے شخص کو سبز باغ دکھائے اور اس سے رقم لے کر رفو چکر ہوجائے، اسے دھوکہ باز کہتے ہیں، اور جو حقیقت واقعہ کے خلاف بات کرے، اسے کذاب کہا جاتا ہے۔ اور خیال رہے کہ یہ وہ مسلمات ہیں، جو کسی بھی دین ومذہب، زبان وبیان، رنگ ونسل اور علاقائی عصبیت کے زیر اثر نہیں ہوتے، بلکہ ساری دنیا کے لوگ انہیں تسلیم کرتے ہیں، تاہم "دہشت گردی" عہد جدید کی ایک عجیب وغریب اصطلاح ہے، جو زبان وبیان کی تبدیلی سے بھی متاثر ہوجاتی ہے، رنگ ونسل کے اختلاف سے بھی بدل جاتی ہے اور دین ومذہب کے آئینے میں بھی صدفی صد کچھ کا کچھ دکھائی دیتی ہے۔ ایک مخصوص طبقہ کے لوگ ہتھیار اٹھالیں، تو وہ دہشت گرد ہیں، اور یہی ہتھیار دوسرے لوگ اٹھائیں، تو وہ صرف مجرم ہیں اور یہی ہتھیار ارباب اقتدار کی ایماء پر اٹھائے جائیں، تو امن وسکون کے تقاضے پورے کرنے کے لیے لائق ستائش اور قابل فخر اقدامات ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نکتہائے نظر میں اس قدر بعد اور تفاوت کیوں ہے؟

مثال کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، دہلی سے ملحقہ صوبہ ہریانہ کے حصار میں چلیے۔ یہاں ۱۲ ایکڑ کے وسیع وعریض رقبہ پر پھیلا ہوا ایک فصیل بند قلعہ ہے، جسے ستلوک آشرم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بابا رام پال پیشہ سے انجینئر تھے۔ چند سالوں تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے اور پھر اچانک اپنے آپ کو پندرہویں صدی کے ہندی شاعر کا دوسرا روپ کہنے لگے۔ اندھی عقیدت میں لوگ قریب آنے لگے اور دھیرے دھیرے نچلے طبقات میں مقبولیت بڑھتی گئی اور ایک نہیں کئی شہروں میں بابا نے بڑے بڑے آشرم بنالیے، جن میں گاہے بگاہے مذہبی تقریبات کی محفلیں منعقد ہوتیں اور بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوتے۔ اسی درمیان بابا رام پال کے ایک متنازعہ بیان پر کچھ لوگ صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ جانب مخالف نے مزاحمت کرتے ہوئے گولیاں چلادیں، جس کے نتیجے میں ایک شخص مارا گیا۔ مرنے والے کے گھر والوں نے بابا رام پال اور اس کے بعض ساتھیوں کے خلاف مقدمہ دائر کردیا۔ ضروری کاغذی کاروائی کے لیے فاضل جج نے ملزمین کو کمرۂ عدالت میں حاضر ہونے کی نوٹس دی، تاہم بابا رام پال نے طاقت کے نشے میں اسے ٹھکرادیا۔ ۲۰۰۶ء سے ۴۳بار عدالتی نوٹس پر توجہ نہ دینے کے بعد بالآخر فاضل جج نے صوبائی حکومت کو آڑے ہاتھوں لیا اور وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ اگر اب کی بار متذکرہ ملزم کو عدالت میں حاضر نہ کیا گیا، تو حکومت کے خلاف بھی کاروائی ہوسکتی ہے، تب کہیں جاکر انتظامیہ حرکت میں آئی اور چند دنوں قبل کافی تگ ودو کے بعد بابا رام پال کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوسکی ہے۔

اب آئیے زیر بحث گفتگو کے مرکزی نکتہ کی طرف۔ میں عرض کررہا تھا کہ متذکرہ پولس کاروائی کے دوران جو حقائق اب تک طشت ازبام ہوئے ہیں، ان کی تفاصیل کچھ اس طرح ہے۔ (۱) انتظامیہ کی سخت وارننگ کے بعد جب رام پال کو یقین ہوگیا کہ طاقت کے بل پر اسے گرفتار کیا جاسکتا ہے، تو اس نے نہایت ہی عیاری کے ساتھ تین دنوں کے مذہبی تقریب کا اعلان کردیا، جس میں شرکت کے لیے تقریبا پندرہ ہزار کی تعداد میں خواتین، بچے، بڑے اور بوڑھے جمع ہوگئے۔ (۲) پولس نے وقت مقررہ پر آشرم کو اپنے حصار میں لے لیا، تو اندر سے پتھراؤ اور گولیاں بھی چلائی گئیں۔ (۳) حالات جب بہت خراب ہوگئے اور لوگ آشرم سے باہر جانے کے لیے اٹھے، تو رام پال کے چیلوں نے صدر دروازہ بند کردیا اور زائرین سے کہا کہ آج بابا کو تمھاری حمایت کی ضرورت ہے۔ اگر تم بابا کے لیے اپنی جانیں

دے دو، توتمہیں جنت میں جگہ ملے گی۔(۴)دوران تفتیش رام پال کی مخصوص نشست کے نیچے سے بڑی مقدار میں اسلحہ برآمد ہوا ہے، جن میں ۲۶ ائیر گن، ۳۲بور کے تین ریوالور، ۱۲بور کے دوگن، ۳۱۵ بور کے ۱۱رائفل، بڑی مقدار میں کارتوس، پٹرول بم، ایسڈ پاؤچرس، دیسی بم، بم بنانے کے لیے ضروری مادے اور پچاس ہزار لاٹھیاں وغیرہ۔ (۵)کئی بوری نوٹ اور سونے چاندی کے کئی کیلو زیورات۔(۶) بابا کے زیر نگرانی تربیت یافتہ مسلح کمانڈو دستہ۔ (۷)آشرم کے چاروں طرف نگرانی ٹاورس(۸)سی سی ٹی وی کیمرے سے پل پل کی نقل وحرکت پر نظر۔

توجہ رہے کہ میں نے جلی نکات کے ذیل میں صرف خاص امور کی جانب نشاندہی کی ہے، ورنہ تفصیلات بیان کی جائیں، تو حیرت انگیز انکشافات، قابل اعتراض معاملات اور نت نئے معلومات کے سامنے عقلیں سشدر رہ جائیں گی۔ بہرکیف، نہ مجھے ایسی معلومات سے کوئی غرض ہے، نہ کوئی واسطہ، میں نے تو صرف اپنے مفروضہ کی صداقت پر دلائل وبراہین جمع کرنے کے لیے انہیں ذکر کیا ہے۔ اب دیکھیے کہ روئے زمین پر ہونے والی بڑی دہشت گردانہ واردات کے عناصر ترکیبی کیا رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ یہی نا کہ ملکی اقتدار کو چیلنج کرنے کے لیے ایک دستہ، لڑنے کے لیے تربیت یافتہ افراد، بھاری مقدار میں اسلحہ، بے گناہوں کی یرغمالی، ناجائز دولت اور بیرونی حرکتوں پر نظر رکھنے کے لیے ضروری اہتمامات اور پھر لوگوں پر دہشت طاری کرنے کے لیے گاہے بگاہے قتل وخون کے اقدامات۔ اب ذرا متذکرہ حادثہ پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالیے۔یہاں کسی بھی دہشت گرد جماعت کی طرح ایک لیڈر ہے، لڑنے کے لیے تربیت یافتہ کمانڈوز کا دستہ ہے، اپنے دفاع کے لیے بے گناہوں کی یرغمالی ہے، بڑی مقدار میں ناجائز اسلحہ ہے، قانون کی خلاف ورزی ہے، پولس پر منصوبہ بند حملہ ہے، چھ بے گناہوں کی موت ہے اور سرکاری معاملات میں رخنہ اندازی ہے۔دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ دہشت گردی کے عناصر ترکیبی یہاں بدرجۂ اتم موجود ہیں، تو پھر بابارام پال کو دہشت گرد کیوں نہ کہا جائے؟ اس لیے مجھے کہنے دیا جائے کہ عدل وانصاف، برابری ویکسانیت اور غیر جانبداری فکر کا تقاضایہی ہے کہ بابارام پال کو ہندو دہشت گرد کے نام سے موسوم کیا جائے۔

اچھا پھر صرف یہی نہیں کہ ستلوک آشرم میں قتل وخون کی واردات انجام دینے کے لیے تمام ضروری سہولتیں موجود تھیں، بلکہ بڑی مقدار میں جنسی پیاس بجھانے پر دلالت کرنے والی چیزیں بھی دستیاب ہوئی ہیں، جیسے بڑی مقدار میں کنڈوم، حمل جانچ کے لیے کام میں لائے جانے والے کٹ، فحش لٹریچر اور خواتین کے بیت الخلاء میں سی سی ٹی وی کیمرہ وغیرہ۔کہا تو جارہاہے کہ بابا کے چیلے آشرم میں آنے والی خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی کیا کرتے تھے، تاہم اب تک مصدقہ اطلاعات نہیں ہیں، اس لیے ابھی ستلوک آشرم کو عصمت دری سے منسلک کرنا عجلت پسندی کہلائے گی، لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جب باورچی خانے میں چولہا بھی ہو، پکانے کے برتن بھی ہوں اور وافر مقدار میں خام اناج بھی، تو یہ بات حاشیہ خیال کے کسی خانے میں فٹ نہیں بیٹھتی کہ باورچی خانے میں کھانا نہ پکایا جاتا ہو اور احباب انواع واقسام کے کھانوں سے لطف اندوز نہ ہوتے ہوں!

صاحبو! یہ درست ہے کہ لوگ دہشت گردی کی راہ اپنا کر معاشرے پر بہت بڑا ظلم کرتے ہیں، تاہم میرے نزدیک ”دہشت گردی“کی اصطلاح کے ساتھ ہونے والی ناانصافی بھی کسی بڑے ظلم وستم سے کم نہیں۔ بڑی جدوجہد کے بعد” دہشت گردی“ نامی اصطلاح اپنے سارے اجزائے ترکیبی کو کسی جگہ جمع کرپاتی ہے، لیکن یار لوگ اسے دہشت گردی کا نام تک نہیں دیتے، جب کہ دوسری طرف کثرت سے ایسا ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کے پیچھے دہشت گردی کی جھلک دور دور تک دکھائی نہیں دیتی، لیکن ذمہ داران حکومت خم ٹھونک کراسے بہت بڑی” دہشت گردی “کہہ ڈالتے ہیں۔ اس طرح جسے دہشت گردی نہیں کہنا چاہیے، اسے دہشت گردی کہنا اور جسے واقعی دہشت گردی کہنا چاہیے، اسے صرف ایک معمولی واقعہ قرار دینا، یہ خود”دہشت گردی“ کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں ہے، تواور کیا ہے؟☆☆

راجستھان میں ماہ نامہ حاصل کریں

جناب معروف احمد خاں

73رضانگر، سیکٹر12، سوینا، اودے پور، راجستھان، 313002

★★★★★★★

مہاراشٹر میں ماہ نامہ حاصل کریں

مولانا ایاز احمد مصباحی

پرنسپل جامعہ قادریہ، سروے نمبر49، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ، مہاراشٹر

فکر و نظر

ملفوظاتِ صوفیہ: گراں قدر ادبی سرمایہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اَور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

فروری ۲۰۱۵ء کا عنوان — فیس بک اور وہاٹس ایپ کا استعمال، کتنا مفید، کتنا مضر؟

مارچ ۲۰۱۵ء کا عنوان — لو میرج - اسباب واثرات

ملفوظات صوفیہ ادب ہی کا نہیں انسانیت کا بھی سرمایہ ہیں

خالد ایوب مصباحی شیرانی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تصوف کے موضوع پر کارِ تصنیف کا نقطہ آغاز تیسری صدی ہجری ہے۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی لکھتے ہیں: حضرت حارث المحاسبی (۱۶۵۔ ۲۴۳ ہجری) تیسری صدی ہجری کے ایک عظیم المرتبت بزرگ ہیں، آپ کی کتاب "الرعایۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت حارث محاسبی علیہ الرحمۃ نے کتاب الرعایۃ کی تصنیف سے صوفیاے کرام میں تصنیف و تالیف کا شوق پیدا کر دیا۔

(مقدمہ: ملفوظات مولانا روم، ص ۲۶۔ از: علامہ شمس بریلوی)

اور ملفوظات صوفیہ کی جمع و تدوین کی ابتدا پانچویں صدی ہجری میں ہوتی ہے، موصوف ملفوظات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرن پنجم ہجری سے ہیں (۳۵۷۔ ۴۴۰ ہجری) آپ نے بھی صوفیاے چہارم ہجری کی طرح تصنیف پر قلم اٹھایا اور جب اس کا تکملہ کر چکے تو یہ کہ کر: نعم الدلیل انت والاشتغال بالدلیل بعد الوصول محال". (اے کتاب! تو ایک اچھی دلیل معرفت ہے لیکن مرتبہ وصول پر پہنچنے کے بعد دلیل میں مشغول ہونا محال ہے۔) سخت کاوش سے لکھی ہوئی کتاب کو زمین میں دفن کر دیا، لیکن دنیاے تصوف میں آپ پہلے شیخ طریقت ہیں جن کے ارشادات (ملفوظات) کو جمع کیا گیا، اگرچہ یہ ملفوظات آپ کے وصال کے تقریباً دو سو سال بعد معرض تحریر میں آئے اور اس کی نقول لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں، آپ کے ملفوظات کو آپ کے نبیرہ شیخ کمال الدین محمد بن ابی روح اللہ بن ابی سعید ابو الخیر نے اوائل قرن پنجم ہجری میں تالیف کیا اور اس کا نام: سخنان ابو سعید ابو الخیر" رکھا لیکن اس کتاب کا صرف باب چہارم اور پنجم ملفوظات شیخ پر مبنی ہے اور یہی ابواب حقیقت میں ملفوظات کا نقطہ آغاز ہیں، ان ملفوظات کی زبان فارسی ہے۔ (ایضا، ص ۲۷۔ ۲۸)

درج بالا اقتباس سے پتہ چلا کہ ملفوظات کی ابتدا فارسی زبان سے ہوئی، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ملفوظات کے سلسلے میں فارسی زبان سخنان ابو سعید ابو الخیر کے سن تدوین ۵۱۵ ہجری سے لے کر لطائف اشرفی کے سن تالیف ۱۰۸۰ تک مسلسل اپنی بالا دستی قائم کیے

رہی یعنی علامہ موصوف کے ذکر کے مطابق برصغیر ہندوپاک میں اس دوران تقریباً اکیس مجموعہاے ملفوظات ملتے ہیں جو سب کے سب فارسی میں ہیں۔ ہاں! اردو کے مستقل ایک زبان کی حیثیت اختیار کر لینے کے بعد ان مجموعہاے ملفوظات میں سے بیشتر کے ترجمے اردو میں ہو چکے یا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اب تک ان فارسی الاصل ذخائر کو اردو میں منتقل کیا جا چکا ہے:

(۱۔۲) انیس الارواح۔ و۔ گنج الاسرار: ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی

(۳) راحت القلوب: حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

(۴) دلیل العرفان: حضرت خواجہ معین الدین چشتی

(۵) فوائد السالکین: حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

(۶۔۷) فوائد الفواد۔ و۔ افضل الفوائد: محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا

(۸) سرور الصدور: حضرت شیخ حمید الدین ناگوری

(۹) مخ المعانی: حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری

(۱۰) لطائف اشرفی: حضرت سلطان جہاں گیر اشرف سمنانی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وغیرہ وغیرہ۔ البتہ خود اردو زبان میں ملفوظات کی تعداد اب بھی انگلیوں کے پوروں پر گنی جا سکتی ہے۔

جب کہ فارسی کی طرح عربی میں بھی ملفوظات کا خاصا ذخیرہ رہا ہے لیکن اس ذخیرے کے بیشتر حصوں کا تعلق خاص فن حدیث سے رہا ہے۔ اسی لیے عربی میں اسے ''امالی'' کہا جاتا ہے یعنی وہ کتاب جس میں شیخ کے املا کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں۔ جیسا کہ درج ذیل فہرست سے ظاہر ہے:

(١) آمَالِي اِبْنِ حَجَرْ: احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ٨٥٢)

(٢) آمَالِيْ اِبْنِ عَسَاكَرْ فِيْ حَدِيْثٍ: ابوالقاسم علی بن الحسن الدمشقی متوفی ٥٧١)

(٣) آمَالِيْ اَلْمُطْلَقَة: امام عبدالرحمن جلال الدین السیوطی الشافعی متوفی ٩١١)

(٤) آمَالِيْ اَبِيْ الْفَرَجْ : عبدالرحمن بن احمد متوفی ٤٩٤)

(٥) آمَالِيْ فَخْرُ الدِّيْن قَاضِیْ خَان: حسن بن منصور الاوزجندی متوفی ٥٩٢)

(٦) آمَالِيْ القِيْرَاطِي : عثمان سعد بن محمد القیراطی متوفی ٣٣٠)

(٧) اَلْمَبْسُوْط : شمس آئمه محمد بن احمد السرخسی الحنفی متوفی ٤٨٣)

(٨) آمَالِيْ :امام ابو یوسف قاضی یعقوب بن ابراهیم الانصاری الحنفی متوفی ١٨٢ھ)

(٩) آمَالِيْ اَلْخَمْسُ مِائَة: ابو سعد عبدالکریم بن محمد الشافعی متوفی ٥٦٢).

(مقدمہ: الملفوظ، مطبوعہ: مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

خیر! زبان و بیان تو بہر حال ایک وسیلہ ہیں، اصل چیز ان ذخائر کے اندر پوشیدہ وہ گراں قیمت موتی ہیں جو ان اہل اللہ کی مبارک زبانوں کے واسطے سے خلق خدا تک پہنچے۔ اگر نگاہ بینا ہو تو ان ملفوظات میں کیا کچھ نہیں؟ یہ تو کوئی عارف ربانی ہی جان سکتا ہے۔ ہم ظاہر بیں تو بس اتنا جانتے ہیں کہ زبان و بیان کی ہزار تبدیلیوں اور دنیا کی نت نئی رنگینیوں کے باوجود آج بھی ایک ایک ہزار سال پرانے ان ملفوظات شریفہ کی وہی حیثیت ہے جو کل تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آج جیسے ان کی ضرورت بڑھ گئی ہے ویسے ہی ان کی حیثیت بھی دوبالا ہو چکی ہے۔ کیوں کہ آج کی مادی دنیا گناہ کر کر کے اس قدر تھک چکی ہے کہ اب اسے سکون کی دولت اگر کہیں مل سکتی ہے تو ان اہل اللہ کے انہی مبارک کلمات کے دامن میں جو یا تو ان کے منور دلوں پر فیض الٰہی سے القا ہوئے تھے یا ان کے عارفانہ تجربات کا نتیجہ تھے، جنھیں محض پڑھ سن کر ہی دل کا مفتی ان کی حقانیت و صداقت کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور مجبور ہو جاتا ہے۔

در اصل ملفوظات میں یہ تاثیر کسی مادی وسیلے سے پیدا کردہ یا تصنع و تکلف کی دین نہیں ہوتی بلکہ سچے دل کے سچے جذبات کی سچی ترجمانی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے جس میں تاثر و تاثیر خدا کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے جھروکوں سے دیکھا جائے تو گاہے گاہے ان چھوٹے چھوٹے ملفوظات نے دلوں کی دنیا بدلنے میں وہ کردار ادا کیے ہیں جو بڑی بڑی تصنیفات اور لمبی لمبی

تقریریں نہ کر سکیں اور نہ ہی کرسکیں۔ کیوں کہ: بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ اور صوفیہ کے ہاں جو کچھ ہے، دل ہی دل کی ترجمانی ہے نہ کوئی تصنع، نہ کوئی تکلف، نہ کوئی بناوٹ اور اخلاص اور صرف اخلاص کے علاوہ نہ ہی نیتوں میں کسی قسم کا کوئی فتور اور ظاہر سی بات ہے ایسی صورت حال میں ان کے ان ملفوظات شریفہ کو بے پناہ پذیرائی، غیر معمولی تاثیر اور عالم گیریت سے کون روک سکتا تھا؟ نتیجہ سامنے ہے، ملفوظات کا تعلق سن تین ہجری سے ہے، فارسی زبان سے ہے، ایران کے ماحول سے ہے اور ترجمہ چودھویں صدی ہجری میں ہو رہا ہے، اردو میں ہو رہا ہے اور ہندوستان میں چھپ رہا ہے۔ اگر اس سچائی کو مختصر میں کہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ پذیرائیاں کسبی نہیں وہبی ہیں۔ مصنوعی نہیں، حقیقی ہیں۔

ملفوظات کے تعلق سے ان عیاں و بیاں حقائق سے آشنائی کے بعد اب اس حقیقت تک رسائی کچھ دشوار نہیں رہ جاتی کہ ان ملفوظات نے انسانی معاشرت اور تہذیب و تمدن پر بڑے دور رس اور گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر دور میں انسانی زندگی میں غیر معمولی انقلاب پیدا کرنے میں اولیا و صوفیہ کا کلیدی کردار رہا ہے جس سے کسی بھی حقیقت پسند کو انکار کی مجال نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس سچائی سے بھی کسی طرح اغماض ممکن نہیں کہ ان بزرگوں کی اصلاح و تذکیر کا عام واسطہ ان کے اپنے اخلاق و کردار، تصانیف و تقاریر اور مکتوبات و ملفوظات رہے ہیں۔

یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل اللہ کو زبان و بیان سے بلاواسطہ کوئی خاص شغف نہیں رہا لیکن یہ قطعا نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی وجہ سے زبان و بیان کو فروغ بلکہ غیر معمولی فروغ حاصل نہیں ہوا کیوں کہ کوئی بھی زبان ہو یا اس زبان کی تاریخ و تدوین اور خدمت کا سلسلہ ہو سب بعد کی ایجادات ہیں جبکہ صوفیہ و اولیا کا وجود ان زبانوں کے وجود سے سابق ہے اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ان ہی کے وجود سابق کی بدولت زبانوں کا وجود مسبوق وجود کی منزلوں سے آشنا ہوا ہے۔ خود اردو ہی کو لے لیجیے جس کے متعلق پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی جیسے کئی محققوں کا ماننا ہے کہ اس زبان کی ابتدا کا سہرا صوفیہ کے سر جاتا ہے۔ حضرت مخدوم یحیٰی منیری علیہ الرحمہ وغیرہ سے منسوب اردو کے جملوں سے اس نظریے میں ایک حد تک دم خم بھی معلوم ہوتا ہے۔

در حقیقت ماجرا یہ ہے کہ صوفیاے کرام کا براہ راست ہر طرح کی خلق خدا سے تعلق رہا ہے، ان کی عالی بارگاہوں میں ایک طرف جہاں ایک عامی آیا کرتا تھا وہیں ایک خاص الخاص حاضری دینا بھی اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ وہاں شاہ و گدا، وزیر و فقیر، عارف و عامی، اور عالم و جاہل کا کوئی امتیاز نہیں ہوا کرتا تھا۔ ان کے دربار دربار خداوندی کے مظہر ہوا کرتے ہیں جن میں نہ کسی کے لیے کوئی امتیاز ہے اور نہ کسی کے لیے کوئی رکاوٹ۔ جس طرح دربار الٰہی میں محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں ویسے ہی ان اہل اللہ کے درباروں میں شمس الدین التمش اور بختیار کاکی ایک ہی صف میں ہوتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جن کے درباروں میں اس قدر تنوع ہو ان کی زبان و بیان کا دائرہ محدود کیوں کر رہ سکتا ہے؟ اور جب ان کی زبان کا دائرہ محدود نہیں تو اس کی وسعتیں کسی ایک شعبے کے لیے مختص کیسے ہو سکتی ہیں؟ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ صوفیاے کرام کے ملفوظات شریفہ جن کا تعلق خلق کے ہر طبقے سے یکساں رہا ہے، ان کی برکات کا دائرہ بھی اسی قدر عام ہے اور اردو ہو یا کوئی اور زبان بہر صورت ہر زبان و انداز نے ان کے اس چشمہ صافی سے اپنی تشنگی بجھائی ہے۔

ہاں! کچھ کچھ صوفیاے کرام تو وہ رہے ہیں جنھوں نے براہ راست زبان و بیان پر گفتگو بھی کی ہے اور واضح طور پر زبان و بیان کے مسائل زیر بحث لا کر ان پر کرم فرمایا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تفاسیر و احادیث کی تشریحات میں انھوں نے اپنے تفردات اور اپنی عارفانہ تشریحات کے ذریعہ ایک الگ دنیا آباد کی ہے اور نئے نظریات کو وجود بخشا ہے۔ اس سلسلے میں ماضی قریب کی عبقری شخصیت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات کو پیش کیا جا سکتا ہے جنھوں نے اپنے ملفوظات میں جہاں: عقائد و معمولات، ارکان اسلام، معاملات و موالات، سیر و تاریخ، فضائل و مناقب، رد بدعات و منکرات، طریقت و تصوف، دقیق علمی اشکالات اور ان کے حل وغیرہ پر گفتگو فرمائی ہے وہیں مستقل طور پر بلاواسطہ زبان و بیان، لغت، شاعری، بلاغت، تشریح ابدان، علم الحیوان، وعظ و تبلیغ، علم ریاضی اور عروض و قوافی وغیرہ پر بھی بھرپور بحثیں فرمائی ہیں۔ آپ کے ملفوظات کے مشتملات کے حوالے سے کہا گیا ہے اور بجا کہا گیا ہے: "الملفوظ" میں قرآن و حدیث کی روشنی میں شریعت کے احکام بھی ہیں اور طریقت کے آداب بھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب بھی ہیں اور سلاطینِ اسلام کے تذکرے بھی، اُصولی و فروعی مسائل کے دلائل بھی ہیں اور عُلوم و فُنُون سے اِشتغال رکھنے والوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے اشکالات کے جوابات بھی، حرام و حلال کے مسائل بھی ہیں اور خوابوں کی تعبیریں بھی، بُزرگوں کی ایمان افروز حکایات بھی ہیں اور ذاتی تجربات بھی، علمی مذاکرے بھی ہیں اور اشعار کی تشریح بھی، ریاضیاتی اور سائنسی نظریات بھی ہیں اور تاریخ کے حقائق بھی، الغرض "الملفوظ" عوام و خواص کے لیے معلومات کا انمول خزانہ ہے۔ (مقدمہ: الملفوظ۔ مطبوعہ: مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

بالکل یہی انداز آپ کے فتاوی میں بھی جابجا نظر آتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اب کے دور میں ہر بڑے مفتی کے فتاوی میں نظر آئیں گی کیوں کہ اب دار الافتا صرف فقہی مسائل کے حل کا مرکز نہیں رہے ہیں کہ بلکہ ایک مسلمان کی زندگی کے ہر پیچیدہ موڑ کا حل اب دارالافتاؤں میں تلاش کیا جاتا ہے۔ جب کہ اسی سکے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ صوفیاے کرام میں خاصے افراد وہ رہے ہیں جن کا فقہ و فقہیات سے گہرا رابطہ رہا ہے اور اس ناحیہ سے ان کے فتاوی میں بھی زبان و بیان کی گہرائیاں ایک مستقل موضوع ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کن کن کے فتاوی مطبوعہ ہیں اور کن کے نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زبان دانی، تبحر علمی، فکری گہرائی اور غیر معمولی مہارت ثابت کیے جانے سے مستغنی ہے۔ آپ کی شاعری ہو یا نثر نگاری، ہر دونوں میدان آپ کے لیے پامال ہیں اور دونوں ہی میں آپ کی شاہی مسلم۔ بلا مبالغہ سیکڑوں تحقیقی مقالات اور تقریباً غیر منقسم ہندوستان کی سب سے زیادہ پی ایچ ڈی کی جانے والی شخصیت ہونے کے بعد آج کی تاریخ میں آپ کی ذات کسی بھی طور پر محتاج تعارف نہیں اور ذات کی یہ بلندیاں ملفوظات پر کس قدر اثر انداز ہوں گی یہ بھی کوئی کہنے لکھنے کی بات نہیں، بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ایک تشنہ کام کو درج بالا موضوعات کی روشنی حاصل کرنے کے لیے آپ کے ملفوظات شریفہ کا ایک بار مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ حق الیقین کے اجالے میں یہ جانا جا سکے کہ آپ کے ملفوظات عالیہ نہ صرف ادب و ادبیات بلکہ یقیناً انسانیت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ کس قدر گراں مایہ ہے، جاننے کے لیے شاید یہ اشارہ کافی ہو: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃُ ربِ العزت کے اس علمی خزانے میں تقریباً ۶۱۰ سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں تقریباً ۱۹۴ آیات قرآنی، ۱۳۰۶ احادیث مبارکہ اور ۱۵۷ حکایات شامل ہیں۔ (ایضا)

واضح رہے کہ آپ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات آپ کی حیاتِ مبارکہ کے صرف آخری چند سالوں کے ہیں اور اس دوران بھی جمع کرنے کا سلسلہ مسلسل نہیں تھا بلکہ بقول جامع (تاج دار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں علیہ الرحمۃ): میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا، آگے قبول و اجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں۔ وَھُوَ حَسْبِیْ وَ رَبِّیْ۔ (ایضا)

"الملفوظ" اس مجموعے کا تاریخی نام ہے، حضرت جامع لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے یہ ملفوظات بنام "الملفوظ" ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں تالیف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت نے خود اس کا نام "الملفوظ" رکھا جو اس کی تاریخ تالیف (۱۳۳۸ھ) پر مشتمل ہے اور یہ شعر عنایت فرمایا:

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ — مصطفیٰ مصطفیٰ کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں — زبر و بینہ میں الملفوظ (ایضا)

اردو ملفوظات میں بجا طور پر ایک اہم نام ملفوظات حافظ ملت کا بھی شامل کیا جا سکتا ہے جن کی تابانیوں سے آج ایک دنیا مہک رہی ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمۃ بانی: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی ذات والا صفات جہاں علم و عمل کی بے پناہ بلندیوں پر فائز ایک رہ نمائے کامل کی ذات تھی وہیں اپنے حقیقت شناس دل و نگاہ اور عارفانہ تجربات کی روشنی میں ولی کامل بھی تھی۔ آپ کے کردار و عمل اور حیات مستعار سے جہاں دو دو چار کی کی طرح یہ حقیقت جگ ظاہر ہے وہیں آپ کے ملفوظات کی گہرائیوں سے بھی اس حقیقت کا سراغ ملتا ہے۔ آپ کے ملفوظات کا ایک نمایاں پہلو بہت کم مدت میں ان کی بہت زیادہ شہرت ہے۔ آپ کے کچھ ملفوظات تو وہ ہیں جو زبان زد عام و خاص کہے جا سکتے ہیں۔ خلق میں یہ مقبولیت اور پذیرائی، اس بات کا واضح شاخسانہ ہے کہ خالق کی بارگاہ میں بھی ضرور شرف مقبولیت حاصل ہے جیساکہ حدیث پاک سے بھی اسی کا اشارہ ملتا ہے۔ زمین پر کام، زمین کے نیچے آرام۔ میرے نزدیک ہر مخالفت کا

جواب کام ہے۔ بالخصوص یہ دونوں ملفوظ ایسے ہیں جن کے بارے میں وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ ایک عام سے عام عالم جس کا نہ آپ علیہ الرحمۃ کے ادارے سے تعلق رہا ہو اور نہ آپ سے سروکار وہ بھی پہلے ہی مرحلے میں یہ بتلادے گا کہ یہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ملفوظات ہیں۔ جب کہ اگران کو دوسری حیثیت یعنی ادبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ان کی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر ان کو یقینا سرمایہ ادب میں گراں قدر اضافہ کہا جاسکتا ہے۔

الغرض! صوفیاے کرام کے ملفوظات حسنہ زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالا تر ہو کر کل سے لے کر آج تک بلا کسی امتیاز کے خلق خدا کے ہر طبقے کے یہاں ایک طرف جہاں مقبول رہے ہیں وہیں دوسری طرف ہادی بھی رہے ہیں۔ ان ملفوظات شریفہ کا ایک پہلو اگر ان کی حسن قیادت، قائدانہ بصیرت، غیر معمولی اثر اندازی اور فطرت سلیمہ سے ہم آہنگی ہے تو دوسرا پہلو ادب و ادبیات میں گراں قدر اضافہ بھی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے اپنی زندگیاں ادب اور محض ادب کے لیے وقف نہیں کر رکھی تھیں بلکہ اپنا بنیادی اہداف خالق کی رضا جوئی اور خلق کی خدمت کو بنا رکھا تھا لیکن اگر یہ سچ ہے کہ ادب معاشرتی زندگی کی سچی تعبیر کا نام ہے تو پھر اس بات کا کوئی جواز نہیں کہ صوفیاے کرام کے ان ملفوظات سے بے اعتنائی برتی جائے اور زبان کو نہ صرف یہ کہ اچھے خاصے قیمتی ذخیرے سے محروم کیا جائے بلکہ سعادت سے محروم کیا جائے۔☆☆☆☆

اردو زبان وادب کی نشوونما اور ترویج واشاعت صوفیہ کرام کی مرہونِ منت ہے

محمد عارف حسین مصباحی -استاد دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ (مغربی بنگال)

شریعت مصطفوی کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے کا اور اطاعت و فرمانبرداری میں خدا کی محبت اور اس کے خوف کی روح بھر دینے ہی کا نام صحیح معنوں میں تصوف ہے ورنہ تو لفظ صوفیہ یا صوفی ”صوف“ سے بنا ہے جس کے معنٰی موٹا اون کے ہیں لباس صوف پہننے والے کو بھی صوفی کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں صوفیہ کرام اعمال ظاہری کے ساتھ باطنی اخلاق و محاسن پر بھی نگاہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک اصل زندگی داخلی اور روحانی اصلاح ہے۔ ان کے نزدیک تصوف کی بنیاد آداب شریعت کی پابندی، حرام اور مشتبہ چیزوں سے دست کشی، ناجائز اوہام و خیالات سے حواس کو آلودہ نہ کرنے اور غفلتوں سے کنارہ کشی کر کے یاد الٰہی میں زندگی کے قیمتی لمحات بسر کرنے اور اور تمام موجودات کے آئینوں میں جلوۂ حق کا مشاہدہ کرنے میں ہے اسی پس منظر میں صوفیہ کرام نے خلق خدا کو اس کے حقیقی رب عزو جل سے جوڑنے کی سعی کی اور خدمت خلق، انسان دوستی، عشق حقیقی کے جذبے سے معمور، بندگان خدا کو خلوص و محبت اور بھائی چارگی کا پیغام دینے کے لئے روز مرہ کی زبانوں کا استعمال کیا اور ان زبانوں میں فارسی، ہندی کے ساتھ ہی اردو ملفوظات کا بھی استعمال کیا جنہیں ہم ملفوظات کی شکل میں دیگر زبانوں کے ساتھ اردو زبان میں بھی موجود پاتے ہیں صوفیہ کرام کے اقوال و ارشادات خواہ وہ ”ملفوظات“ کی شکل میں ہوں یا ”مکتوبات“ کی صورت محاورات کی شکل میں زبان زد ہوں یا ان کے وعظ و ارشادات نصائح، فقرے اور صوفیانہ شعرو شاعری وغیرہ پر مشتمل مستقلاً کتابی شکل میں ہوں، بلاشبہ اردو زبان و ادب کا وہ ایک ناقابل فراموش گراں قدر سرمایہ ہے۔

(ماخوذ اردو زبان ادب (بی اے سال اول)

لیکن اردو زبان و بیان کا سرمایہ بننے میں ملفوظات کو خصوصی اہمیت اس لیے بھی حاصل ہے کہ ملفوظات صوفیہ کی حیثیت ایک سوانح اور بکھرے ہوئے شہ پاروں کی مانند ہوتی ہے اس میں کسی عظیم بزرگ کے سوانح و اذکار، تعلیمات و نظریات، پند و نصائح اور علمی جواہر پاروں کو جمع کیا جاتا ہے صوفیہ کرام کے ملفوظات گویا لب ہائے نازنیں سے نکلے ہوئے کلمات قدسی تھے جو عام لوگوں کے ہزاروں وعظ و تذکیر سے افضل تھے۔ جسے فیض یافتہ تلامذہ، صحبت یافتہ اخلاف، اہل ارادت اور حاضر باش لوگ جو اپنے مرشد گرامی یا اپنے اساتذہ ذوی الاحترام سے اقوال و گفتار، تعلیمات و مواعظ، فقرے کو جس طرح سنا اسی طرح اسے محفوظ رکھنے اور قلم بند کرنے کی سعی بلیغ کی۔ ہندوستان میں ملفوظات کی ابتدا حضرت امیر حسن علامہ سنجری کے مرتبہ ملفوظات

حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی ”فوائد الفوائد سے ہوتی ہے صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو اپنی تمام تصانیف ان ملفوظات کے بدلے دینے کے لیے تیار تھے۔ شیخ الاولیا حضرت نظام ا لدین کے روحانی فیوض و برکات سے ہندوستان کی مختلف خانقاہوں میں ملفوظات نویسی کا آغاز ہو گیا۔(ملخص از الملفوظ اعلیٰ حضرت)۔

۱۲۰۰ھ ۱۷۰۰ء کے دوران شمالی ہند میں جو ادبی لسانی سرمایہ دستیاب ہوا ان میں صوفیاے کرام کے ملفوظات ہیں جو مختلف تذکروں میں بکھرے ہوئے ہیں جنہیں مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب ”اردو کی نشو و نما میں صوفیاے کرام کا کام“ (علی گڑھ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۶۸) میں یکجا کیا۔ ان فقروں اور ملفوظات پر تبصرہ کیے بغیر چند مثالیں ذیل میں حاضر ہیں۔

شیخ فرید الدین گنج شکر (۱۲۶۵۔ ۱۱۷۳) کے فقرے ”پونوں کا چاند بھی بالا ہے“ ”آنکھ آئی ہے“ ان کے دو شعر ملاحظہ ہوں

وقت سحر وقت مناجات ہے۔ خیز دراں وقت کہ برکات ہے۔
عشق کا رموز نیارا ہے جز مد دپیر کے نہ چارا ہے

شیخ شرف الدین بو علی قلندر (متوفی ۱۳۲۳) کا ایک شعر ملاحظہ کریں:

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روئے
دھنا ایسی رین کر بھور کدھی نہ ہوئے

شیخ شرف الدین بو علی قلندر حضرت امیر خسرو کے ہم عصر تھے انہوں نے ایک موقع پر امیر خسرو سے مخاطب ہو کر یہ جملہ کہا ”تو سب کا کچھ سمجھ دا“۔ شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری (متوفی ۱۳۸۰) سے منسوب فقروں میں یہ شامل ہیں: ”دیس بھلا پرور“ ”باٹ بھلی برسانہ کرے“ ”اب لک دن برے گئے اب سکھ ہوئے“ ”جو من کا منسا سوئی ہووئے“ امیر خسرو (۱۲۵۲-۱۳۲۵ء) کی اردو اور فارسی شاعری اور ملفوظات کے بعد شمالی ہند میں پورے تین سو سال تک سناٹا چھایا رہا اس طویل خاموشی کے بعد سترھویں صدی کے اوائل میں پھر سے ادبی شعور کی روح بیدار ہوئی جس کی بنیاد میں ”صوفیاے کرام کا اردو زبان و ادب کی خدمات“ اہم ذریعہ اور سبب بنیں (ملخص: اردو زبان و ادب، بی اے سال اول)۔

علاؤ الدین خلجی اور محمد تغلق کے زمانے میں معاشرتی اور سیاسی سطح پر ترک باشندوں نے مقامی زبانوں کو اپنی بول چال میں شامل کیا اس طرح ابلاغ و ترسیل کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی۔ شاہان وقت کے ہمراہ صوفیا اور علما زبان کا سرمایہ اپنے ساتھ لائے تھے لسانی سطح پر مقامی زبانوں کے میل ملاپ نے اردو زبان و ادب کو جنم دیا جسے ہم ادب کا قدیم سرمایہ تصور کرتے ہیں۔ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز (۱۴۲۲۔۱۳۲۱) اسی عہد میں رشد و ہدایت، تفسیر حدیث اور سلوک کے درس و تدریس، اور ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کے قیام پر بڑا زور دیا اس حوالے سے آپ کے ملفوظات، محفل سماع میں گائے جانے والے سہیلے، چکی نامے، اور غزلیں بھی دستیاب ہیں۔ میراں جی شمس العشاق (۹۹۴ - ۹۰۲ یا ۹۰۴) جن کا سلسلۂ خلافت دو واسطوں سے بندہ نواز تک پہنچتا ہے آپ نے چھ مثنویاں شہادت الحق یا شہادت ا لحقیقت، خوش نامہ خوش نغز، شہادت نامہ، مغز مرغوب اور وصیت ا لنور لکھے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز کے صاحب زادے اکبر حسینی کی علم او ادب سے وابستگی نے اردو زبان و ادب کو پروان چڑھانے، اس کے خدو خال متعیّن کرنے اور اس کی نوک پلک درست کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شمس العشاق نے مقصدیت میں ڈوبا ہوا صوفیانہ افکار و خیالات و ملفوظات کی تشریح و توضیح کے لیے سادہ اور براہ راست انداز بیان اختیار کیا۔(ملخص از ماخذ سابق)

فخر الدین نظامی بیدری کی مثنوی ”پدم راؤ کدم راؤ“ کا مطالعہ لسانی ارتقا کی منزل کا پتہ دیتا ہے جہاں زبان ترقی کے زینے طی کر رہی تھی اور ادبی زبان کے معیار کی طرف گامزن ہو چکی تھی اور اپنے لفظی سرمایہ کو وسیع سے وسیع کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ نظامی نے اسلوب اور پیرایہ ترسیل کو موثر بنانے اور اس کی معنویت میں اضافہ کرنے کے لیے ملفوظات، کہاوتوں اور محاوروں سے بھی مدد لی ہے۔ یہ مثنوی ۱۴۲۱-۲۲ تا ۱۴۳۴-۳۵) کے درمیان کی تصنیف ہے پند رہویں صدی عیسوی کے نصف اول سے گجرات کے بزرگوں کے جو اقوال، ملفوظات اور فقرے ملتے ہیں مثلاً قطب عالم (متوفی ۱۴۵۳ء ۸۰۷) کا فقرہ ہے کہ ”کیا ہے لوہ ہے کہ لکڑ ہے کہ پتھر“ آپ کے فرزند شاہ عالم (۸۸۸ھ ۱۴۸۳ء) کا فقرہ ہے کہ ”بکروٹے بدل بکروٹا یا“ ”پڑھ دو کرے“۔ شیخ بہاء الدین باجن احمد آبادی (۹۱۲ھ ۱۴۰۶) نے اپنی یادگار ”خزائن رحمت اللہ“ میں ان کا اردو شعر ملتا ہے:

باجن چے کسی کے عیب ڈھانچے

اس تھی در جن ستھر ستھر کانپے

باجن کی ایک مثنوی ”جنگ نامہ پیشوا زوساری“ جو ۲۱۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ قاضی محمود دریائی نے جکریاں یادگار چھوڑی ہیں دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

جاگ پیاری اب کیا سوئے　　　رین کمیٹی تیوں دن کھودے
باچ نہ پالے اپنے پیو کیوں پتیاوے
تیرے چرنوں کیری محمود وارن جائے

(ملخص از ماخذ سابق)

صوفیۂ کرام نے رشد و ہدایت کے لیے تصوف کے رموز و اسرار کی وضاحت کو زیادہ موزوں اور مناسب سمجھا اور اسی پر اپنی تصنیف و تالیف کی عمارت کھڑی کی وہ تمام علامتیں جو صوفیہ نے معرفت کے منازل اور مراحل کے اظہار کے لیے وضع کی تھیں اردو غزل میں صوفی شعرا اور غیر صوفی شعرا سبھی استعمال کرنے لگے یہ لفظ غزل کا لازمی جز بن گئے۔ جیسے شراب، ساقی، ساگر۔ وغیرہ چنانچہ ان کو ضرورت شعری کے مطابق موڑ توڑ لیا جاتا تھا۔ کہیں کسی حرف کو گرا کر پڑھنے سے وزن کا سرا مل جاتا ہے اور کہیں سکتے کو دور کرنے کے لیے آواز کو کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے۔ قافیوں کے بھی کسی خاص اصول کی پابندی ان کے ہاں اکثر مفقود ہے۔ قافیے میں صرف آواز کا خیال رکھتے۔ لفظ جیسے بولا جاتا ویسا ہی تحریر میں لے آتے جیسے شروع کو شرو اور صحیح کو سہی لکھ دیتے۔ اور ان ملفوظات کا عوام سے چوں کہ گہرا تعلق تھا اس لیے اس زبان کو صوفیا نے اخلاق کا ذریعہ بنایا یہ زبان اس وقت عوام میں رائج تھی لیکن فارسی کی قدر و منزلت تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اس عہد میں ان عروضی اصولوں کی بھی سختی سے پابندی ممکن نہ تھی۔ اس لیے ردیف و قوافی میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ اکثر ردیفوں میں ”س“ اور ”ص“ اور ”ط“ اور ”ت“ اور ”ا“ اور ”ک“ اور ”ق“ کو ایک ہی صوتیے (PHONEME) ضرورت شعری کے لحاظ سے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن بنا دیا گیا ہے اور اسے طرح سادہ الفاظ کو مشدد اور مشدد کو سادہ الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ادب کے اس ابتدائی دور میں نثر اور شعر کے اعلیٰ ترین نمونوں کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ ادبی زبان کا عہد طفولیت تھا اس لیے اس میں منجھی ہوئی زبان اور نکھرے ہوئے اسلوب کی مثال نہیں ملتی اردو زبان و ادب میں رچاؤ اور پختگی دور آغاز کی نہیں دور ترقی کی پیداوار ہوتی ہے۔

(ملخص از ماخذ سابق)

حاصل گفتگو اردو زبان و ادب کی نشو نما اور تخلیق، صوفیۂ کرام کی مرہون منت ہے اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں ان کی خدمات مسلم ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کی نگاہ میں شاید زبان کی تبلیغ کے بجائے انھیں اپنی دینی اور ملی تعلیمی تبلیغی مقاصد پیش نظر رہے ہوں جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے ملفوظات اور تعلیمات ایسی زبان میں پہنچائے جسے عوام سمجھ سکے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات اور ملفوظات کو کبھی نظم اور نثر میں پیش کیا تو کبھی تقریب فہم کے لیے فقرے اور مثنوی وغیرہ پیش کیے جو اردو کے نقوش کے اولین ابتدائی نمونے ثابت ہوئے۔ یہ فقرے اور ملفوظات اردو زبان و ادب کے فروغ میں معاون ثابت ہوئے صوفیۂ کرام عوام سے اپنی روز مرہ ضرورتوں میں گفتگو کرتے تھے وہ مقامی بولیوں کو استعمال کرتے تھے ہندوستانی مقامی زبانوں اور بولیوں کو بادشاہوں کے دربار میں اتنی سرپرستی اور حوصلہ افزائی نہیں ملی جتنی بزرگوں کی خانقاہوں سے ان کے ملفوظات کی شکل میں حاصل ہوئی۔ امرا اور بادشاہوں کو میل جول کی وہ ضرورت نہیں تھی جو ان بزرگوں کو تھی اور ادنیٰ ترین سطح کے عوام سے سیدھے اور حقیقی رابطے کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ زبان کا وہ عوامی کینڈا تیار ہو گیا جس پر آئندہ زمانے میں اردو زبان اور روز مرہ کی عمارت استوار ہوئی اور آج اردو زبان تہذیب و تمدن کی شائستگی و شیفتگی سے بھرپور، امن و آشتی سے معمور اور باہمی اتحاد و یکجہتی کی علامت ہے جو محض ایک زبان ہی کی حیثیت سے متعارف نہیں بلکہ اب کروڑوں ہندوستانیوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکی اور روز افزوں بڑھ رہی مقبولیت اور ابلاغ و ترسیل کا اہم ذریعہ سمجھی جانے والی اردو عالمی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ زبان و بیان سلاست و شیفتگی، بدائع و صنائع کے اس عالی مقام و منصب تک پہنچنے میں جہاں اردو زبان و بیان کے ماہرین غالب، اقبال، داغ دہلوی، امام احمد رضا بریلوی، اور حسن رضا بریلوی وغیرہ جیسے ماہرین علم و فن شعرا حضرت کی خوش فکر اور عمدہ اسلوب پر مشتمل شعر و شاعری کے عظیم شہ پارے ممد و معاون ثابت ہوئے وہیں ملفوظات صوفیا نے بھی اردو ادب کے فروغ میں خشت اول کی حیثیت سے اردو کے فروغ و ارتقا اور اس کے نشو نما میں نمایاں کام کیا۔ ☆☆☆

پروفیسر فاروق احمد صدیقی کی نعتیہ شاعری

ثناء اللہ اطہر مصباحی

بڑے ہی باقسمت اور فیروز بخت وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں بارگاہِ نبوت سے نعت گوئی کی سعادت و سرفرازی حاصل ہو جاتی ہے۔ ان ہی خوش نصیب حضرات میں ایک بہت ہی نمایاں اور محترم نام پروفیسر فاروق احمد صدیقی کا ہے۔ آپ ایک معروف دانش ور، عمدہ محقق اور جلیل القدر ناقد کی حیثیت سے ہند و پاک کے علمی و ادبی حلقوں میں دور سے ہی پہچان لیے جاتے ہیں۔ آپ ایک قادر الکلام نعت گو شاعر بھی ہیں، شاید کہ اب تک یہ راز پردۂ خفا میں رہا ہے۔ آئندہ سطور میں یہ حقیقت واشگاف ہو جائے گی کہ قدرت نے آپ کو نثر نگاری کی خوبیوں سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ نظم نگاری کے جوہر سے بھی آپ کے دامن کو مالامال فرمایا ہے۔ اور نظم نگاری میں نعت گوئی کی سعادت یقیناً یہ مقدر کی ارجمندی کی دلیل ہے۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ محبوب مشغلہ لڑکپن سے ہی آپ کا ہم سفر ہے جس کا اظہار آپ خود ایک مقام پر یوں کرتے ہیں:

> آپ عظیم ادیب اور بلند پایہ نعت گو شاعر ہیں، آپ عرصہ دراز سے مظفر پور بہار میں اردو ادب کے پروفیسر تھے۔ آپ کی زیرِ نگرانی کثیر حضرات نے پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے، آپ کی متعدّد نثری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ طباعت کے آخری مراحل میں ہے قابلِ مبارک باد ہیں مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی کہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کی نعتیہ شاعری پر ایک عدد مضمون تحریر فرمایا۔ (ادارہ)

خدا کے فضل بے پایاں، کرم سرکارِ بطحا کا
لڑکپن سے ہی اے فاروق احمد نعت خواں تم ہو

نعت گوئی کے لیے جذب صادق اور حبِ رسول لازمی شرطیں ہیں، بغیر اس کے نعت نگاری کی پر خار وادی سے بخیر وعافیت گزر جانا ممکن ہی نہیں اور ساتھ ہی فکر و تخیل کی توانائی کا ممدوح کائنات علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ عظمت پناہ میں سجدہ ریز ہوجانا بھی ضروری ہے، تاکہ قلم ہر قسم کے افراط و تفریط سے محفوظ و مامون ہو جائے۔ ان خیالات کا احساس پروفیسر موصوف کو بھی ہے۔ چناں چہ وہ اس کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

ان کی نعتِ پاک اے فاروق کہنے کے لیے
جذبِ صادق، خامۂ ہشیار ہونا چاہیے

جمہور اہلِ سنت اس امر پر متفق ہیں کہ کائنات میں مسرت و شادمانی کی ساری بہاریں جانِ دوعالم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی ہی مرہونِ منت ہیں، ان کی ذاتِ قدسی صفات کونین کی محافظ ہے اور نگہبان بھی۔ زمین کے فرش سے لے کر عرش کے بام و در تک ہر مقام پر ان ہی کی جلوہ گری ہے۔ یہ کائنات ان سے ہے اور کائنات کی جان بھی ان ہی کی مقدس ہستی ہے۔ خالقِ دوعالم نے ان کی مثال پیدا ہی نہیں فرمائی اور وہی تو شاہ کارِ قدرت ہیں۔ اول و آخر کا سہرا تو ان ہی کے فرقِ اقدس کو زیب دیتا ہے، اور ظاہر و باطن ہونے کا شرف ان کے علاوہ کس کو حاصل ہے؟ وہی تو گلستاں کی جان اور بوستاں کی بہار اور کونین کے آقا ہیں۔ ہاں، خدا نے اپنے فضل و کرم کی بارش ان پر فرمائی اور وہ عالمِ ماکان ومایکون ہوگئے۔ وہ سارے جہاں کے مالک بھی ہیں اور مختار بھی۔ ان ہی کی قدرت کا جلوہ فرش گیتی کے باشندوں نے دیکھا کہ جب وہ قمر پر آشکارا ہوا تو اس نے اپنا سینہ چاک کر دیا۔ پتھروں نے ان کی بارگاہ میں درود کی تلاوت کر کے عقیدتوں کے خراج پیش کیے اور اشجار کے جھرمٹ نے ان کی نبوت کی گواہی دی۔ خاک دان گیتی کے نشیب و فراز سے لے کر آسمان کی رفعتوں تک ان ہی کی شوکت و عظمت، طاقت و قدرت اور اختیار و تصرف کا پرچم لہرا رہا ہے۔ نوال و غنا، جود و سخا، فیض و کرم، شفقت و عنایت اور رحمت و مہربانی کے سارے چشمے ان کے درِ اقدس سے

ڈائریکٹر تحریک اصلاح ملت، مظفرپور (بہار)

ابلتے ہیں۔ استقلال و استقامت، صبر و تحمل اور حلم و بردباری کے وہ جبلِ مستحکم ہیں۔ ان ہی کی اطاعت میں سارے مصائب و آلام کا حل ہے اور ان ہی کے شامیانۂ سیرت میں امن و سکون و سلامتی کی قندیلیں روشن ہیں جن سے عالم کا چپہ چپہ منور و تابندہ ہے۔ اہلِ سنت کا یہ عقیدہ بھی کتنا خوب صورت ہے کہ ان ہی کی ذات مقدس محشر کی چلچلاتی دھوپ میں ہم خطا کاروں کو اپنی شفاعت کی چادر میں چھپا کر فردوس کی بہاروں تک پہنچانے والی ہے۔ پروفیسر موصوف نے اہلِ حق کے مذکورہ بالا سارے ایمان افروز افکار و عقائد کو بڑے ہی دل کش و دل نشیں پیرائے میں اشعار کے قالب میں ڈھال کر بارگاہِ نبوت میں عقیدتوں کا خراج پیش کیا ہے عشق و وفا کی خوشبو میں ڈوبا ہوا ایک ایک شعر پڑھیے اور اپنے مشامِ ایماں کو معطر کیجیے۔

نشاطِ دو جہاں تم ہو، متاعِ شائگاں تم ہو
مرا ایمان کامل ہے، حفیظِ جسم و جاں تم ہو

یہاں تم ہو، وہاں تم ہو، جہاں چاہو وہاں تم ہو
ہراک منزل، ہراک عالم میں اے جانِ جہاں تم ہو

ہے ارشادِ مبارک ایّکم مِثلی سے یہ مظہر
شہِ کون و مکاں، شہکارِ قدرت بے گماں تم ہو

بہاروں کی زباں پر تھا یہ نغمہ تیری آمد پر
بہارِ گلستاں تم ہو، بہارِ بوستاں تم ہو

ھو الاول، ھو الآخر، ھو الظاہر ، ھو الباطن
ہے جس کی شان میں آیا، وہ نوشاہِ جہاں تم ہو

پسِ دیوار و پیشِ در ہیں یکساں تیری نظروں میں
عطائے رب تعالیٰ سے علیمِ بے گماں تم ہو

قمر شق ہو گیا، سنگ و شجر نے بھی گواہی دی
بحمد اللہ زمین و آسماں پر حکمراں تم ہو

ہیں شاہد سیرتِ اقدس پہ دفترِ ان حقائق کے
غنا، جود و کرم، شفقت کے بحرِ بے کراں تم ہو

ہے دہشت گردیوں کا حل فقط تیری اطاعت میں
زمانہ معترف ہے کعبۂ امن و اماں تم ہو

گنہگارانِ امت کو بڑی ہے تقویت حاصل
سرِ محشر خوشا قسمت، شفیعِ عاصیاں تم ہو

مندرجہ بالا اشعار میں ممدوحِ کائنات کے لیے نشاطِ دوجہاں، متاعِ شائگاں، حفیظِ جسم و جاں، جانِ جہاں، بہارِ گلستاں، بہارِ بوستاں، نوشاہِ جہاں، غیب داں، شفقت کے بحرِ بے کراں، صبر کے کوہِ گراں، کعبۂ امن و اماں اور شفیعِ عاصیاں کی تراکیب کا استعمال کانوں کو بہت ہی بھلی، اچھوتی اور عمدہ معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے اشعار کے فکری و فنی محاسن میں چار چاند لگ گئے ہیں اور ہر شعر انتخاب کے درجے میں اتر گیا ہے۔

محترم فاروق احمد صدیقی کے نعتیہ کلام میں حسنِ مواد کے ساتھ ساتھ شعری، فکری اور فنی خوبیاں بھی تموج پر نظر آتی ہیں۔ عمدہ تراکیب کے ساتھ نادر تشبیہات و استعارات کا برمحل استعمال شعر کے ظاہری و معنوی حسن میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ دعویٰ بغیر دلیل نہ رہ جائے، اس لیے ذیل میں ہم چند اشعار پیش کرتے ہیں، جن سے قارئین پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ پروفیسر موصوف فن کی لطافت اور فکر کی بالیدگی کے حسین امتزاج سے اپنے اشعار کو خوب صورت اور پرکشش بنانے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

روے پاک ان کا ہے یا اک مطلعِ انوار ہے
محوِ حیرت ہیں فلک پر ماہ و اختر دیکھ کر

....

تیرے دریاے کرم میں ہیں فلک مثلِ حباب
ماہِ نَو ناخنِ پا کا ہے تراشا تیرا

....

لطافت، تازگی، خوش رنگی و خوشبو سے ظاہر ہے
پڑھا صلِ علیٰ ہوگا کلی نے، تب کھلی ہوگی

....

نہ کہکشاں، نہ قمر میں، نہ لالہ و گل میں
جو حسن ہے شہِ طیبہ کے روے انور پر

....

اے مہر و ماہ و انجم ، تجھ میں جو روشنی ہے
ماہِ عرب کے جلووں، کی بھیک مل گئی ہے

....

سلامی پیش کرتے ہیں وہ پہلے ماہِ طیبہ کو
تو چشمِ مہرو ماہِ و نجم میں تنویر بنتی ہے

روے انور کو مطلعِ انور کہنا، یہ تشبیہ کتنی بلیغ ہے۔ زمین پر ان کے روے زیبا کو دیکھ کر آسمان کے چاند ستاروں کا حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جانا، یہ کتنا پاکیزہ خیال ہے۔ ساری کائنات دریاے کرم ہے اور اس میں بلند وبالا آسمان ایسے ہی ہے جیسے پانی کا بلبلا۔ اور آسمان میں مہینے کے آغاز میں جو ہلال نظر آتا ہے، وہ ماہِ نو نہیں ہے، وہ تو میرے محبوب کے ناخنِ اقدس کا تراشا ہے۔ اعلیٰ تخیل، بلند فکر اور کامل حسن فن کی عمدہ مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کلی کی لطافت، تر وتازگی، خوش نمائی اور خوشبو کو دیکھ کر یہ پکار اٹھنا کہ ممدوح کائنات پر درود وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی برکتوں سے اسے یہ نعمتیں حاصل ہوئی ہیں اور مسکرانے کا اعجاز بھی اسے اسی نغمۂ الفت وعشق کے فیض سے حاصل ہوا ہے۔ یہ ایسی معطر فکر ہے جس سے ایک طرف خوش عقیدگی کی خوشبو پھوٹ رہی ہے تو دوسری طرف شاعر کا عمدہ شعری ذوق اور قادر الکلام ہونے کا اشارہ بھی مل رہا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ موقف بھی کتنا نرالا ہے کہ یہ ستاروں کی انجمن، یہ چمکتا ہوا چاند اور یہ دل کش ودل فریب لالہ وگل اپنے حسن وخوب صورتی اور تابش و جلوہ افشانی کی بنیاد پر کائناتِ رنگ وبو کی زینت بنے ہوئے ہیں، لیکن ہمارے ممدوح مکرم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے عارضِ تاباں کی دل کشی و درخشندگی کے سامنے وہ سب کے سب ہیچ ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کا یہ خیال بھی کتنا خوب صورت ہے کہ یہ چاند، سورج اور ستاروں میں جو روشنی ہے وہ عرب کے چاند کے جلووں کی بھیک ہے، بلکہ یہ سب کے سب ماہ طیبہ کی بارگاہِ رفعت میں درود وسلام کا ہدیۂ محبت پیش کرتے ہیں تب جا کر انھیں چمکنے کی قوت وتوانائی حاصل ہوتی ہے۔

فصاحت و بلاغت، شگفتگی و رعنائی اور فکری و فنی محاسن سے مزین یہ اشعار بھی قابلِ مطالعہ ہیں۔

اس کی تعظیم کو آئے گی بہارِ جنت
جس کو سرکار کے روضے پہ قضا آئی ہو

....

مہرِ گردوں تو فقط دن کو ہے کرتا روشن
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

....

بادِ سحر میں گل میں عروسِ بہار میں
نکہت ہے، تازگی ہے، لطافت ہے آپ سے

....

فلک کے ماہ پاروں میں، بہاروں میں، نظاروں میں
جمالِ مصطفیٰ کی روشنی معلوم ہوتی ہے
نازاں بہت ہے ماہِ نو اپنے کمالِ حسن پر
اس کو رسول پاک کا ناخنِ پا دکھا فقط

ایک بڑے شاعر کا کمال یہ ہے کہ اس کے اشعار میں آبشاروں کا ترنم اور بہاروں کی نغمگی ہو۔ اس کی سلاست وروانی، شگفتگی وشیرینی، دل کشی و دل نشینی اور حسن ورعنائی دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔ سننے کے بعد ایسا لگے کہ ہم ساحلِ سمندر پر کھڑے ہیں اور اس کی رواں دواں لہریں نغمہ سنجی کر رہی ہیں، گلستاں کی بہاروں میں کوئل کی کوک گونج رہی ہے اور بادِ صبا کے صرصر جھونکے اپنے دامن میں خوشبو لپیٹے شبستانوں کی سیر کر رہے ہیں۔ پروفیسر موصوف کے مندرجہ ذیل اشعار مذکورہ دل کشا مناظر کی حسین وجمیل تصاویر ہمارے ذہن وفکر کے نہاں خانے میں کھینچ دیتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

بصد خلوص و ادب ہمارا سلام ان کی جناب میں ہے
یہ ہفت افلاک کیا ہیں عرشِ بریں بھی جن کی رکاب میں ہے
حضور کی الفت و محبت ہمارے دینی نصاب میں ہے
اگر مکمل نہیں ہوا یہ تو سخت مشکل جواب میں ہے
پسینہ ہے اس قدر معطر کی بھیک لیتے ہیں مشک و عنبر
”انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے“
تمھارے قدموں کی دھول پاؤں تو غازۂ رخ اسے بناؤں
نہ کہکشاں میں چمک ہے ایسی، نہ جلوۂ ماہ تاب میں ہے

....

اثر یہ آیتِ لا ترفعوا اصواتکم کا ہے
تصور میں چلا طیبہ نگر آہستہ آہستہ
قریبِ روضہ لفظوں کا سہارا بھول جاؤں میں
جو کہنا ہو کہے یہ چشمِ تر آہستہ آہستہ
ہمارے واسطے کافی ہے صحرائے مدینہ بھی
وہیں ہو ختم سانسوں کا سفر آہستہ آہستہ
کرم سے ان کے مایوسی، ارے توبہ، ارے توبہ

محبت رنگ لاتی ہے مگر آہستہ آہستہ

ایک مومن کے لیے سب سے فرحت آفریں گھڑی اس وقت ہوگی جب لحد میں اس کے جنازے کو اتارا جائے گا اور پھر اسے اپنے آقا و مولا کے جلوۂ زیبا کی زیارت ہوگی۔ واہ، وہ کتنا دلکش منظر ہوگا جب روئے جاں آشکار ہوگا اور انوار و تجلیات کی کرنوں سے ساری قبر جگمگا اٹھے گی۔ امامِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے اس مضمون کو باندھا ہے اور خوب باندھا ہے۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے

جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

پروفیسر موصوف نے بھی اس روح پرور سماں کی تصویر کشی نہایت ہی دل کش و خوب صورت انداز میں کی ہے، ملاحظہ ہو۔

عیاں جب ہوگا خورشیدِ رسالت اپنی مرقد میں

اندھیرا دور ہوگا، روشنی ہی روشنی ہوگی

سرورِ دوعالم ﷺ کی الفت و محبت ہی دین کی اصل اور ایمان و عقیدت کا سرچشمہ ہے۔ جس کا دل ان کے عشق و الفت سے معمور ہوگیا گویا دین کی ساری فیروز بختیاں اس کے دامن میں سمٹ کر آگئیں اور جس کا دل اس سے خالی ہوگیا بدبختی اس کی زیست کا مقدر ہوگئی اور اس کے اعمال و عبادات کی ساری کھیتیاں جل کر خاکستر ہوگئیں۔ حق تو یہ ہے کہ سرکارِ اقدس کی ذاتِ کریمہ ایمان کی جان ہے۔ سچ فرمایا ہے امامِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت نے۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس مقام پر شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال اپنے آقا کی بارگاہِ ناز میں یوں عقیدتوں کا خراج پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

محمد کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

پروفیسر موصوف کا بھی یہی موقف ہے کہ محبتِ رسول ہی ایمان و عقیدت کی بنیاد ہے۔ محبتِ رسول ہی ہر شے پر مقدم ہے۔ محبتِ رسول ہی سب سے عظیم نعمت ہے۔ یہی وہ محبت رسول ہے جس کے جلوؤں میں عبادتیں مقبول ہوجایا کرتی ہیں اور بغیر اس کے کوئی بھی عمل قبولیت کی سرحد سے گزر ہی نہیں سکتا۔ اس حسین و خوب صورت عقیدت کی ترجمانی کے لیے ان کے خامۂ زر نگار سے نکلے ہوئے یہ اشعار ملاحظہ فرماتے چلیں۔

محبت سرورِ عالم کی اصلِ دین و ایماں ہے

بغیر اس کے نہیں مقبولِ داور بندگی ہوگی

....

ہر شے پہ مقدم ہے شہِ دیں کی محبت

کونین میں ایسی کوئی نعمت نہ ملے گی

ایک عاشق صادق کے دل میں جب زیارتِ پیغمبر علیہ التحیۃ والثنا کی والہانہ تمنا انگڑائی لیتی ہے تو وہ بے چین و مضطرب ہوجاتا ہے۔ ساری کائنات کی مرکز امید کی طرف وہ للچائی نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ بلاوے کا منتظر ہوجاتا ہے۔ سرکارِ اقدس کی بارگاہ لطف و کرم میں وہ عریضہ پیش کرنے لگتا ہے، کبھی وہ اپنے دل کو تسلی دیتا ہے کہ حضور انور اپنے روضے پر بلائیں گے، زیارت سے مشرف فرمائیں گے، نصیبہ جگمگائیں گے۔ اگر وہ سچا محب رسول ہے تو مندرجہ بالا ساری کیفیات الفاظ کے قالب میں ڈھل کر موتی کی طرح دامنِ قرطاس پر بکھر جاتی ہیں۔ پروفیسر فاروق صاحب کی کیفیت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں۔ دیکھیے مندرجہ ذیل اشعار کس قدر ان کے حالات کی غمازی کررہے ہیں۔

اے بے کسوں بے بسوں کے آقا، بلا لو فاروق کو مدینہ

زیارتِ روضۂ مبارک کا شوق اب اضطراب میں ہے

....

کرم ان کا ہوا شامل تو اے فاروق صدیقی

مدینے میں ضرور اک روز تیری حاضری ہوگی

اخلاص و وفاشعاری کے جذبے سے سرشار ہوکر صدا لگانے والے کی آواز بارگاہ نبوت میں سماعت کرہی لی جاتی ہے اور سرکارِ اقدس اپنے الطاف و اکرام کی بارش سے اسے سرفراز فرما ہی دیتے ہیں۔ پروفیسر موصوف نے چوں کہ دل سے التجا کی تھی اس لیے ان کی سن لی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ میں بارگاہ رسالت سے بلاوا آگیا اور وہ مسرت و شادمانی کے ہجوم میں حج کعبہ اور زیارت روضۂ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا جیسی نعمتِ عظمیٰ سے شرف یاب ہونے کے لیے عازمِ سفر ہوگئے۔ فرض کی ادائیگی اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے جب وہ شاد کام واپس لوٹے تو ان کی نوکِ قلم پر تشکر کے یہ اشعار جاری ہوگئے۔

صد شکرِ خدا، آقا کا کرم، میں نے بھی مدینہ دیکھ لیا

دیرینہ تمنا بر آئی، سرکار کا روضہ دیکھ لیا
اے مسجدِ نبوی صلِ علیٰ، فردوسِ نظر، توقیرِ حرم
تو پیکرِ نور و عظمت ہے، ترا حسنِ منزّہ دیکھ لیا
جو وحیِ الٰہی لاتے تھے، سرکار کی خدمتِ عالی میں
اس جلوہ گہِ جبریل کا بھی، نورانی علاقہ دیکھ لیا
اے ارضِ بقیعِ پاک، مرے آقا کے چہیتوں کی جنت
با دیدۂ نم، با قلبِ حزیں، آباد خرابہ دیکھ لیا
پھر اذنِ حضوری مل جائے، فاروقِ حزیں کو یا مولا
پھر فخر و مسرت سے وہ کہے، دوبارہ مدینہ دیکھ لیا

مقطع میں پروفیسر موصوف نے دوبارہ روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے بارگاہِ سرورِ انبیا میں منت و سماجت کی ہے، زہے مقدر، ان کی یہ التجا بھی مقبول ہوئی اور ۲۰۱۳ اور ۲۰۱۴ میں اکو پھر مدینہ منورہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح وہ اپنے آقا و مولا کی عنایتوں سے مالا مال ہوتے رہے۔

مختصر یہ کہ پروفیسر فاروق احمد صدیقی کی نعتیہ شاعری، اردو شاعری کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ازہارِ عقیدت" ہے جو ابھی طباعت کے مرحلے سے گزر رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جب وہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر عوام و خواص کی نگاہوں کی زینت بنے گا تو ادبی حلقے میں اس کی غیر معمولی پذیرائی ہوگی۔ ☆☆☆

(ص: ۵۳ کا بقیہ)... و پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ نے ٹرین کے بدلے ہوئے نظام پر محکمۂ ریلوے کے افسران کے متعدّد اقوال جمع کیے اور اپنی ذاتی تحقیق کے مطابق حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ٹرین پر فرض، واجب اور ملحق بہ واجب نمازوں کا پڑھنا جائز ہے، اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں ٹرینوں کا چلنا اور رکنا منع من جہۃ العباد تھا اور موجودہ نظام ریلوے کے تحت اب منع من جہۃ العباد نہیں، بلکہ منع من جہۃ اللہ ہو گیا۔ ٹرین پر فرض و واجب نمازیں جائز ہیں یا جائز نہیں یہ ایک خالص فروعی فقہی مسئلہ ہے، مفتی صاحب کی اس تحقیق پر ان کو ذاتی تنقید و تنقیص کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے تھا، لیکن صد حیف کہ اتنی سی بات پر مفتی صاحب کی ذات پر حملہ کیا گیا، ان کی توہین و تفسیق کی گئی، یہی نہیں بلکہ منصب امامت کی لائق بھی نہیں رکھا گیا۔ اب سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا از روے شرع جائز ہے اور ایسا حکم صادر کرنے والوں کے بارے میں شرع مطہر کیا کہتا ہے، علماے کرام جواب دیں۔

میری اس تحریر کا مقصد قطعاً قطعاً جانب دار اور شخصیت پرستی نہیں ہے، بلکہ بالکل غیر جانب دار بن کر یہ باتیں تحریر کر رہا ہوں۔

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں حضرت مفتی صاحب کی تحقیق سے میں متفق بھی نہیں ہوں، لیکن ایک فقہی تحقیق کے نتیجہ میں جس طرح ان کی توہین کی جا رہی ہے، سختی کے ساتھ اس شرم ناک فعل کی مذمت بھی کرتا ہوں۔ خدارا اختلاف کا سد باب کیجیے۔ فروعی فقہی مسائل میں اختلافات کو تذلیل، توہین و تفسیق کا سبب نہ بنایا جائے۔ اب تک ہم رضوی اور اشرفی اختلاف سے جوجھ رہے ہیں۔ خداے قادر و قیوم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ اختلاف دبا ہوا ہے۔ اب مزید اختلاف کو ہوا نہ دی جائے ورنہ نئی نسل منتشر ہو کر رہ جائے گی اور پھر جماعت کی شیرازہ بندی کا کام بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔

خدارا سنیت کی شیرازہ بندی کی فکر کیجیے، آج جب کہ پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو مطعون کیا جا رہا ہے۔ یہودی و عیسائی لابیاں اپنی دشمنی کے تحت مذہبِ مہذب اسلام کی صاف ستھری شبیہ کو مسخ کر کے دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کی ناپاک کوششیں کر رہی ہیں۔ امریکا بہادر اپنے بغل بچہ اسرائیل اور دیگر ممالک کے ہمراہ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے اور پھر دہشت گردی کی پاداش میں انھیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے بروے کار لا رہا ہے۔ 9/11 کے سانحہ کے بعد افغانستان، عراق، لیبیا اور پھر شام و ایران کی جو صورتِ حال ہے، وہ ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیں۔ خود اپنے وطنِ عزیز ہندوستان میں آزادی کے بعد سے لے کر اب تک جس طرح مسلمانوں کی گھیرا بندی کی جا رہی ہے وہ دو دو چار کی طرح واضح ہے۔ ایسی نازک ترین صورتِ حال میں آپس میں انتشار پیدا کرنا کہاں کی دانش مندی اور ہوش مندی ہے۔

فروعی فقہی مسائل میں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اگر اختلافِ راے ہو جائے تو اس کو تذلیل و تفسیق اور افتراق و انتشار کا سبب نہ بنایا جائے، بلکہ ہمارے سرپرست علما کا ایک فیصل بورڈ بنا کر دائرہ مسائل کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرایا جائے اور جو فیصلہ سامنے آئے اسی پر عمل کیا جائے کہ یہی وقت کا تقاضا ہے اور اسی پر عمل کر کے ہم اسلام و سنیت کے فروغ و استحکام کا گراں قدر فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ جماعت اہلِ سنت کا آپسی انتشار ختم ہو اور اس کا دیرینہ وقار و افتخار بحال ہو۔ آمین، بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم...

فقط: ممتاز عالم مصباحی، بانی و سربراہِ اعلیٰ دار العلوم احمدیہ، کراہا، چھترپور (ایم. پی.)

[واضح رہے کہ چلتی ٹرین پر نماز فرض و واجب اور ملحق بہ واجب نمازوں کے پڑھنے اور اعادہ نہ کرنے کا یہ حکم تنہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ العالی کی تحقیق ہی نہیں بلکہ علی گڑھ کے البرکات اسلامک انسٹی ٹیوٹ میں مجلسِ شرعی کے اکیسویں فقہی سیمینار کی تحقیق ہے جس میں ایک سو سے زائد علما، مشائخ اور دانش ورانِ ملت شریک تھے۔ ادارہ]

نقد و نظر

نام کتاب	:	اہلِ سنت کی آواز (خصوصی شمارہ خلفاے خاندانِ برکات)
مدیرِ اعلیٰ	:	سید نجیب حیدر قادری برکاتی
صفحات	:	۷۰۵ اشاعت: ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء
قیمت	:	درج نہیں
ناشر	:	دار الاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، ضلع ایٹہ (یوپی)
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

قدیم صالح اور جدید نافع کی حامل خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف محتاجِ تعارف نہیں۔ ہندوستان کی جملہ خانقاہوں میں خانقاہ برکاتیہ کو بدر بین النجوم کا رتبہ حاصل ہے۔ علمی و عملی تصوف، قدیم خانقاہی مراسم و روایات، علمی وقار اور روحانی اقدار کے اعتبار سے یہ عظیم الشان خانقاہ ایک منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ مذہبی صحافت کے افق پر سورج کی مانند جگمگانے والا سالانہ مجلہ اور خانقاہ برکاتیہ کا دینی و علمی ترجمان "اہلِ سنت کی آواز" ملک کے قدیم رسائل میں سے ایک ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک سالانہ مجلہ ہے، لیکن اپنی ضخامت اور معنویت کے لحاظ سے بہت سارے ماہانہ رسائل و جرائد پر فوقیت رکھتا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ خلفاے خاندانِ برکات کے احوال و کوائف اور ان کی حیات و خدمات کا ایک خوب صورت اور جاذبِ نظر گل دستہ ہے اور اہلِ سنت کی آواز کا اکیسواں خصوصی شمارہ ہے۔

حضرت سید شاہ برکات اللہ سے اس سلسلۂ خیر و برکت کا آغاز ہوا اور ان کے اکابر و اصاغر کا ذکرِ خیر بھی بڑی عقیدت و محبت سے کیا گیا ہے۔ شمسِ مارہرہ حضور سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی، خاتم الاکابر حضور سید آلِ رسول قادری مارہروی، سرکارِ نور حضور سید شاہ ابو الحسین احمد مارہروی، مجدد برکاتیت حضور سید شاہ اسمٰعیل حسن مارہروی، تاج العلما حضور سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی، سید العلما حضور سید شاہ آلِ مصطفیٰ مارہروی، احسن العلما حضور سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن مارہروی علیہم الرحمۃ والرضوان کے علاوہ حضور امینِ ملت، سیدِ ملت اور رفیقِ ملت دام ظلہم العالی کے خلفا کا ذکرِ جمیل مختلف اہلِ علم و قلم نے کیا ہے۔ بلا مبالغہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اپنے زمانۂ قیام سے علم و روحانیت کا گہوارہ رہا ہے۔ دیگر خانقاہوں کی طرح یہاں کے خانقاہی مراسم میں ایک نمایاں وصف اور خصوصی امتیاز "تفویضِ خلافت" بھی ہے۔

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی کے بقول "خاندانِ برکات کی تمام علمی، دینی، سماجی اور ملی خدمات تو مسلم ہیں اور تمام زمانہ اس کا معترف بھی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک خصوصی امتیاز بھی بہت نمایاں ہے اور وہ یہاں کے خلفاے عظام اور ان کا آستانہ بے کس پناہ ہے۔

زمانۂ قدیم سے آج تک مشائخِ مارہرہ نے سلسلہ برکاتیہ کے اجرا کے لیے اور بندگانِ خدا کو تصوف و طریقت کے رموز و اسرار سے آگہی اور وابستگی کے لیے جن اشخاص کو خلافت کے لیے چنا، وہ اپنی علمی اور مذہبی خدمات کے حوالے سے منفرد اور ممتاز شخصیات تو تھے ہی بلکہ زمانے میں اتنے معروف اور مقبول بھی تھے جن کی وجہ سے سلسلۂ برکات ہندو بیرونِ ہند بہت معروف ہوا۔" (زیرِ تبصرہ کتاب، ص: ۳۵)

خانقاہِ قادریہ بدایوں شریف جو اپنی قدامت اور فیض رسانی میں اپنی مثال ہے۔ صدیوں پہلے سیدنا شاہ عبد المجید قادری بدایونی حضرت اچھے میاں کے دامن سے وابستہ ہوئے اور ارادت و خلافت کی اعلیٰ منزلیں حاصل کیں، اسی طرح بچند وجوہ بے مثال امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اسی بافیض خانقاہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کے علاوہ جن خوش بخت حضرات کو خاندان برکات سے "خلافت و اجازت" کی شکل میں روحانی و عرفانی فیض حاصل ہوا اور جن کا تفصیلی تذکرہ زیرِ نظر مجموعہ میں شامل ہے، ان کی مجموعی تعداد ۸۴/ ہے۔

خانقاہی خلفا کی "تذکرہ نگاری" کا یہ مبارک سلسلہ اور قابلِ تقلید اقدام دیگر خانقاہوں کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ ظاہری و باطنی خوبیوں سے مالا مال اس خصوصی گوشے کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور خلفاے خاندانِ برکات کو پڑھنے اور ان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہہ اسلاف کے کارنامے اور ان کی حیات و خدمات کے زریں گوشے اخلاف کے لیے نمونۂ عمل اور درسِ نصیحت ہوا کرتے ہیں۔ خانقاہِ برکاتیہ کے اربابِ فکر و دانش نے خلفاے خاندانِ برکات کی حیات و خدمات کا ایک خوب صورت مرقع اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے، جو بچند وجوہ بے مثال ہے۔ ☆☆☆☆

کتبِ موصولہ

نمبر شمار	اسماے کتب	مصنف	صفحات/قیمت	ناشر
۱	حق وباطل کا فیصلہ (فیصل التفرقة بین الإسلام والزندقة کا ترجمہ)	حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن غزالی مترجم: مفتی دلشاد احمد قادری	۴۸	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۲	شجرہاے خلد	ترتیب: مولانا غیاث الدین نجمی قادری بدایونی	۳۲	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۳	حدیثِ محبت (مجموعۂ نعت و مناقب)	حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ، بدایوں	۱۷۶	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۴	وہابیہ غیر مقلدین سے چند اہم سوالات	مرتب: مولانا عبد الرشید قادری پیلی بھیت	۱۷۶	مرآۃ الدعوۃ الاسلامیہ، گلڑیا سکولہ، ضلع پیلی بھیت (یوپی)
۵	مقالاتِ قادری	مرتب: مولانا عبد الرشید قادری پیلی بھیت	۸۰	مرآۃ الدعوۃ الاسلامیہ، گلڑیا سکولہ، ضلع پیلی بھیت (یوپی)
۶	دینیات	//	۵۶	// //
۷	برکاتی کوئز	مرتبین: سید نور عالم مصباحی، توحید احمد مصباحی	۷۴	البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، انوپ شہر، ضلع علی گڑھ (یوپی)
۸	مولانا مظاہر اللہ خاں قادری وجیہی (حیات و خدمات)	مرتب: ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی	۲۲۲	ماہ نامہ ضیاے وجیہ، بازار مستٹن گنج، ضلع رام پور (یوپی)
۹	رحمتِ دوام (مجموعۂ حمد و نعت و منقبت)	سید حسن مثنیٰ انور	۱۰۴	اسپر یچول پبلی کیشنز، پٹودی ہاؤس دریا گنج، نئی دہلی
۱۰	جو آنکھوں نے دیکھا (سفرنامہ)	مرتب: محمد قمر الزماں مصباحی (ایم. اے.)	۱۰۸	دار العلوم فیضان اعلیٰ حضرت موڈگیرہ، کرناٹک
۱۱	مرقات القراءت	قاری محمد نسیم احمد قادری	۸۰/۱۷۶	مدرسہ فیض النبی نوری، مرکزی دار القراءت، لوہنا، جنک پور، نیپال
۱۲	مصباح المصادر	محمد شعیب احمد مصباحی	۶۴	تنظیم اہل سنت، جنتاہاٹ، کنھیا باڑی ضلع کشن گنج (بہار)
۱۳	اللہ اکبر (مجموعۂ حمد و مناجات)	مہتاب پیامی	۸۰	نگر پالیکا پریشد، مبارک پور
۱۴	ڈاکٹر حسن الاعظمی	مہتاب پیامی	۸۸	نگر پالیکا پریشد، مبارک پور

منظومات

نعت رسول اکرم ﷺ

دے رہے ہیں سلامی سبھی جھوم کر آج صبحِ ولادت ہے سرکار کی
نور سے ان کے روشن ہے کون و مکاں ساری خلقت بدولت ہے سرکار کی

ہر طرف شادیانے خوشی کے بجے، بیکسوں کے لبوں پر تبسّم سجے
بے بسوں کو ملے ہیں نئے حوصلے، با خدا یہ عنایت ہے سرکار کی

ان کے قدموں کا صدقہ ہیں لعل وگُہر، تابع فرماں نبی کے ہیں شمس وقمر
ان کی تعظیم کرتے ہیں سنگ وشجر، ان کے لب پر بھی مدحت ہے سرکار کی

میرے آقا کا ہر شئے پہ احسان ہے، از ازل تا ابد ان کا فیضان ہے
ان کی توصیف میں اُترا قرآن ہے، سارے عالم پہ رحمت ہے سرکا کی

ناز کر اپنی قسمت پہ فرشِ زمیں، تیرے اوپر چلے جو شہِ مرسلیں
تاج سر پہ ترے ان کا روضہ حسیں، گود میں تیری جلوت ہے سرکار کی

وہ ابوبکر ہوں یا عمر با صفا، وہ ہوں عثماں غنی یا کہ شیرِؓ خدا
ان صحابہ نے پایا ہے وہ مرتبہ، ان کو حاصل خلافت ہے سرکار کی

دیں کے دشمن ہیں جو ان سے لڑتے رہو، بے خطر حق کی باتیں ہی کرتے رہو
دینِ حق کے لیے جیتے مرتے رہو، مومنو یہ بھی سنّت ہے سرکار کی

ان کی توصیف کا دے سلیقہ خدا، ہم ثنا خوان کرتے ہیں تجھ سے دعا
یہ قمرؔ بھی لکھے نعت صلِ علیٰ، موجزن دل میں الفت ہے سرکار کی

قمر جیلانی خاں، ٹانڈہ امبیڈکر نگر

نعتِ رسول اکرم ﷺ

انیس بیکساں آئے ، سکونِ قلب و جاں آئے
شفا بن کر پئے روحِ مریضِ ناتواں آئے
مٹانے کے لیے زخمِ الم کا ہر نشاں آئے
مبارک ہو جہاں میں وجہ تخلیقِ جہاں آئے
مبارک ہو شہ کون و مکاں کی آمد آمد ہے
وہ یعنی پیشواے اِنس و جاں کی آمدآمد ہے

☆☆☆

رفیع الشان ہیں وہ ، ہے بہت اعلیٰ مقام ان کا
زمانے کے وہ آقا ہیں زمانہ ہے غلام ان کا
کلامِ ربِّ اکبر ہے حقیقت میں کلام ان کا
خدا کے بعد سب سے برتر و بالا ہے نام ان کا
وہ محبوب خدا ہیں نازشِ کون و مکاں ہیں وہ
کہ یکتائے زمین و آسمان و ہر زماں ہیں وہ

☆☆☆

محمد مصطفیٰ ہیں وہ درود ان پر سلام ان پر
حبیبِ کبریا ہیں وہ درود ان پر سلام ان پر
دو عالم کی بِنا ہیں وہ درود ان پر سلام ان پر
شہِ ارض و سما ہیں وہ درود ان پر سلام ان پر
نبیِّ محتشم ہیں وہ رسولِ محترم ہیں وہ
شفیع المذنبیں ہیں ، منبعِ جود و کرم ہیں وہ

☆☆☆

انس مسرور ترابی، ٹانڈہ

صداے باز گشت

فیروز اللغات میں "ہزار" کے مفہوم کو بدل دینا چاہیے

مکرمی! ....سلام مسنون

دسمبر ۲۰۱۴ کا ماہ نامہ اشرفیہ میں تاخیر سے لے سکا، مگر اس میں شائع شدہ جوابی مراسلے کی باز گشت مجھ تک پہنچ چکی ہے۔ میں بھی کچھ خائف ضرور تھا کہ کہیں جانِ جہاں، رحمتِ عالمیاں، محبوبِ رحمٰن، عظمت مکان ولامکان، راحتِ جانِ عاشقاں ہر مومن کے ایمان حضور محمد رسول اللہ ﷺ کی ارفع و اعلیٰ شان میں گستاخی نہ ہوگئی ہو اور میں شرعًا لعن وطعن کا حق دار ہو گیا ہوں گا، مگر ماہ نامہ دیکھنے، پڑھنے کے بعد اطمینان ہوا اور کسی شاعر کا یہ شعر یاد آ گیا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بہر حال اگر شرعی گرفت ہوتی تو میں انھیں صفحات پر اپنی توبہ کا اعلان کرتا اور توبہ کے تحت جو بھی لوازمات ہوتے ان کو پورا کرتا، مگر بات ہے لغت اور فنِ عروض کی تو اب عرض یہ کرنا ہے کہ اللہ عزوجل کی شانِ الوہیت اور حضور ﷺ کی شانِ رسالت وعظمت وعصمت کے مقابل لغت اور فنِ عروض کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بالکل ایسے ہی جیسے کہ قرآن وحدیث کے مقابل تاریخی تذکروں کا کوئی اعتبار نہیں۔

دیکھیے عربی لفظ "ضال" کا لغوی معنیٰ بہکنا، بھٹکنا، گم راہ ہونا ہے اور خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی سورۂ فاتحہ کے اخیر اور سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۸ کے آخر میں "الضالین" کا ترجمہ یہی بہکے ہوؤں کیا، مگر جب "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" کا ترجمہ کرتے ہیں تو لغت کو نظر انداز کرتے ہوئے یوں ترجمہ کرتے ہیں: "اے محبوب ہم نے تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔" اب اگر لغت کو معیارِ پیمانہ مان لیا جائے گا تو معاذ اللہ اس ترجمے کو غلط کہنا پڑے گا مگر حق پسند منصف مزاج اور ہدایت یافتہ لوگوں نے اس ترجمے کو صحیح مانا ہے، کیوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضور ﷺ کی شانِ رسالت وعظمت وعصمت کے عین مطابق ترجمہ کیا ہے۔ لغت کی پرواہ نہیں کی ہے۔ اور جن لوگوں نے لغت کی بنیاد پر ترجمہ کیا ہے وہ اللہ و رسول کی شان میں گستاخیاں کر بیٹھے ہیں۔ اس بات کی تفصیلی جانکاری کے لیے پروفیسر مسعود احمد کی تصنیف "محاسنِ کنز الایمان" اور اسی موضوع پر ایک ضخیم کتاب مولانا عبد القدوس مصباحی مونگیری کی ہے، نام نہیں یاد آ رہا ہے۔ فی الحال بہ آسانی دستیاب ہونے والی ایم عاشقین اینڈ کمپنی کا مطبوعہ ترجمہ کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان جس کے آخر میں چند صفحات پر اردو، فارسی اور انگریزی کے دگر تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ترجمہ کنز الایمان کی فوقیت ثابت کی گئی ہے اور اس فوقیت کی بنیاد یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خداوند قدوس کی شانِ الوہیت اور حضور ﷺ کی شانِ رسالت وعظمت وعصمت کے مطابق کیا ہے۔ لغت کی پروا نہیں کی ہے، لغت کے معیار وپیمانے سے غلط کو صحیح کہنا پڑے گا۔ نعوذ باللہ۔

اب آئیے فیروز اللغات میں جو ہزار کی گنتی کے مفاہیم بیان کیے گئے ہیں اُس پر بھی گفتگو ہو جائے۔ جب فیروز اللغات لکھی گئی تھی اس وقت ہزار کی گنتی لاتعداد، کثیر اور بے شمار کے معنیٰ میں بجا تھی، مگر اب نہیں ہے۔ زمانے کے تغیر و تبدل اور عرف کی تبدیلی سے الفاظ کے معنیٰ بدلتے رہے ہیں، یہ اہلِ زبان جانتے ہیں، میرے دادا کے وقت میں بائیس روپے کا بیل آیا تھا تو صرف گاؤں کے ہی نہیں آس پاس کے کئی دوسرے مواضعات سے لوگ دیکھنے کے لیے آ رہے تھے کہ فلاں کے یہاں بائیس روپے کا بیل آیا ہے، یعنی اس وقت یہ رقم ایک خطیر رقم تھی۔ ۱۹۶۹ء میں میرے گھر بھینس آئی تھی جس کے ساتھ ہونہار خوبصورت مونث بچہ بھی تھا، دونوں وقت ملا کر تقریبًا دس کلو دودھ دیتی تھی، قیمت چار سو اسی روپیہ میں آئی تھی۔ آج ایسی بھینس پچاس ساٹھ ہزار روپے میں ملے گی۔ ۱۹۴۷ء کے آس پاس کی بات ہے، ابھی ملک آزاد نہیں ہوا تھا۔ ہندوستان پاکستان کا بٹوارہ بھی نہیں ہوا تھا، کانگریس اور مسلم لیگ کی سیاسی جوڑ توڑ کے نقطۂ عروج کا زمانہ تھا۔ ضلع دیوریا میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا، اس وقت ایسے جلسوں میں زمیں دار اور خوش حال لوگ ہی شریک ہوتے تھے، کیوں کہ مزدوروں اور پس ماندہ طبقات کے لوگوں کو فکر معاش سے ہی فرصت نہیں تھی، بہر حال اس جلسے میں ایک زمیں دار صاحب کے پاس سو روپے کا نوٹ تھا اور انھیں کھانے کی ضرورت تھی۔ زمیں دار صاحب مفت یا ادھار کھانا بھی نہیں چاہتے تھے تو جب سو کے نوٹ کا چھٹا نہ ہو سکا تو انھوں نے ایک ہوٹل والے سے کہا کہ یہ نوٹ تم پورا رکھ لو اور مجھے کھانا دے دو۔ خوف کی وجہ سے ہوٹل والے نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا، آخر ش زمیں دار صاحب نے سو کا نوٹ سرِ عام جلا دیا۔ غالبًا انھوں نے ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر پڑھ لیا تھا۔

جس کھیت سے دہقاں کو ہو دانہ نہ میسر
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

اس مثال کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت سو کے نوٹ کی کیا حیثیت تھی، اس کا چینج ہونا کتنا مشکل امر تھا، آج ہزار کے نوٹ کا چینج ہونا اُس سے ہزاروں گنا آسان ہے۔ لہٰذا اب فیروز اللغات میں ہزار کے مفاہیم کو حذف کر کے اُس کی جگہ یہ لکھ دینا چاہیے: "ہزار: دس سیکڑہ، صفر دہائی، صفر اکائی۔"

میں نے جو لکھا حسن رضا اطہر صاحب کو کم تر تصور کر کے نہیں بلکہ میری نیت صرف یہ تھی کہ حضور ﷺ کی تعریف اور بہتر انداز میں ہو جائے، اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم حمد و نعت و منقبت خوب سے خوب تر انداز میں لکھتے پڑھتے رہیں، حتی الامکان لغت و عروض کی بھی پاس داری کریں، لیکن اللہ عزوجل کی شانِ الوہیت اور حضور ﷺ کی شانِ رسالت وعظمت وعصمت اور اولیاے کرام کی شانِ ولایت کے مقابل اگر لغت و عروض کی حدیں پامال ہو جائیں تو کوئی بات نہیں۔ ابو

التمش صاحب نے جس شعر کا پوسٹ مارٹم کیا ہے، وہ یہ ہے:

لاکھ دو لاکھ سے زائد ہی کھلے پھول مگر
آخری پھول کھلا تو مہک گئی دنیا

اس شعر میں پھول سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام اور آخری پھول سے مراد خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ دونوں مصرعوں کو تحت میں پڑھا جائے یا ترنم میں، کہیں کوئی سقم یا سکتہ یا وقفہ ظاہر نہیں ہوتا اور شعر کا مفہوم بالکل واضح ہے، رہ گئی اصلاح کی بات تو یہ مجھے تسلیم ہے کہ مجھے آخری سانس تک اصلاح کی ضرورت رہے گی، مگر لغوی و عروضی اصلاح نہیں بلکہ ایسی اصلاح جس سے ایمان میں مزید نکھار و استقامت ملے، ایسی اصلاح جس سے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات پر عمل کرنے میں لطف حاصل ہو، ایسی اصلاح جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو، ایسی اصلاح جہاں سے بھی ہو میں قبول کرتا ہوں۔ کیوں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لیے کیسے مخلص ہونا چاہیے، یعنی محض اللہ کی رضا کے لیے کوئی کام کیسے کیا جاتا ہے، یہ میں نے ایک حجام سے سیکھا ہے۔ اس قول کے پس منظر میں جو واقعہ ہے اُسے لکھنا مزید طوالت کا باعث ہے، میرا عقیدہ ہے کہ بندوں کی اصلاح سے مستغنی صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہوئے ہیں باقی سب کو بندوں سے اصلاح کی حاجت رہی ہے۔

میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ

بازارِ سخن سازی کے لائق نہیں خلیلؔ
شامل ہوں اک ضعیفہ خریدار کی طرح
جذبۂ دل کا فقط اظہار ہے ورنہ خلیلؔ
شاعری کے نام پر تشہیر کی حاجت نہیں

ڈاکٹر اقبال کے اس شعر پر بات ختم کر رہا ہوں کہ

فقیہِ شہر ہے عالم لغت ہائے حجازی کا
بجز دو حرف لا الٰہ قلندر کچھ نہیں رکھتا

فقط والسلام۔ محمد خلیل مصباحی چشتی، عزیز نگر، مبارک پور

فروعی اختلافات کو تذلیل و تفسیق کا سبب نہ بنایا جائے

مکرمی!.......................سلام مسنون

۲۳؍ نومبر ۲۰۱۴ء بروز یک شنبہ، بھوپال کی مرکزی درس گاہ جامعہ امجدیہ اشرفیہ حضرت نظام الدین کالونی بی ایچ ای ایل بھوپال کے وسیع ہال میں مرکزی و سنی مجلس شوریٰ علمائے اہلِ سنت مدھیہ پردیش کے زیر اہتمام ایک تعلیمی، فکری، دعوتی و اصلاحی سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں مدھیہ پردیش کے ۵۱؍ اضلاع کے علاوہ چھتیس گڑھ، مہاراشٹر اور یوپی سے بھی چند حضرات کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس سیمینار میں یہ مختصر سا مضمون پڑھا گیا، جسے مفتی مالوہ حضرت مفتی حبیب یار خاں، مولانا سید کوثر ربانی اور تمام شرکائے سیمینار نے حد درجہ پسند کیا۔ ذیل میں اس کے اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں:

”حضرات! آج ہم تمامی شرکائے سیمینار سفر کی صعوبتوں اور کلفتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک لمبی مسافت طے کر کے جامعہ امجدیہ اشرفیہ کے اس ہال میں اس مقصد وحید کے لیے جمع ہوئے ہیں کہ ہم باہم مل بیٹھ کر سنیت کے فروغ کے اسباب و عوامل پر غور و فکر کریں نیز فروغِ سنیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کے سدباب کی ممکنہ تدابیر پر بھی غور کریں۔

میری اپنی حقیر و ناقص رائے یہ ہے کہ فروغ سنیت کے اسباب و عوامل پر غور کرنے سے کہیں زیادہ اس کے درمیان حائل رکاوٹوں کے انسداد کی تدابیر پر غور کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ جب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی تو ترویج و اشاعت کا فریضہ بھی بہ آسانی انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس وطنِ عزیز ہندوستان میں جماعت اہلِ سنت کا جو جماعتی و مسلکی منظر نامہ ہے، اس کے مطابق فروعی فقہی مسائل میں اختلافات کے باعث متعلقہ شخصیات کی تذلیل، توہین و تفسیق کا سبب بنانا فروغ سنیت کی راہ میں حائل تمام تر رکاوٹوں میں سے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

۱۲۴۰ھ میں انگریزوں کی حمایت و سرپرستی میں اسمٰعیل دہلوی نے برصغیر میں فتنۂ وہابیت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد دیوبندیت، مودودیت اور سلفیت وغیرہ فتنوں نے جنم لیا، جنھوں نے مسلمانانِ ہند کے شیرازے کو بکھیر رکھ دیا، مسلمان مختلف خانوں میں منقسم ہو گئے۔ جن کی پاداش میں ان کی مذہبی و سیاسی طاقت و قوت حد درجہ متاثر ہوئی۔ مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ تک ہماری جماعت متحد رہی، مشربی اختلافات کے باوجود مسلکی طور پر یک قطبی نظام کے تحت جماعت کی شیرازہ بندی ہوتی رہی۔

مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اختلافات کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ختم ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے، حتیٰ کہ نوبت ایں جا رسید کہ فروعی اختلافات کو تذلیل و تفسیق کا سبب بنایا جا رہا ہے۔ حالاں کہ فروعی مسائل میں اختلاف کا واقع ہونا کوئی دورِ جدید کا واقعہ نہیں بلکہ فقہائے صحابہ کے مابین بھی فروعی اختلافات ہوئے۔ بعد کے ادوار میں مجتہدینِ کرام کے درمیان باہم اختلاف واقع ہوا۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے تلامذہ حضرت امام محمد اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ نے بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف کیے، جن کے تذکروں سے کتبِ فقہ بھری ہوئی ہیں۔ ان کے بعد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تک علما کے مابین فروعی مسائل میں اختلافات ہوئے، لیکن امامِ اعظم علیہ الرحمہ سے مفتیِ اعظم ہند تک ایک بھی ایسی نظیر نہیں ملتی ہے کہ فروعی فقہی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے کسی مفتی کی تذلیل و تفسیق کی گئی ہو۔ اس کے برعکس آج کی تازہ ترین صورتِ حال میں جو جماعتی منظر نامہ ہے، اس سے سبھی حضرات بخوبی واقف ہیں۔

ہماری جماعت کے قابلِ فخر اور نامور محقق حضرت مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا.................. (باقی ص: ۴۸ پر)

خیر و خبر

عرس فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علیہ الرحمۃ

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا دو روزہ عرس انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ اس جلسہ کی صدارت مولانا محمد احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے کی۔ اس موقع پر مقررین نے شارح بخاری کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی۔

مولانا مسعود احمد برکاتی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شارح بخاری کی ذات گرامی ہندو پاک میں نصف صدی کی مشق و ممارست، نظر دقیق و فکر عمیق رکھنے کی وجہ سے مرجع فتاوی تھی۔ دن بھر ہندو پاک کے بیشتر ممالک سے آنے والے سوالات کے جوابات اور قوم و ملت کے پیچیدہ مسائل حل فرما کر سکون و اطمینان کا سامان مہیا کرتے۔ دن بھر کی مشغولیت کے باوجود مضمحل و کبیدہ خاطر ہونے کے بجائے ایسے تشفی بخش جوابات دیتے کہ اگر ہم لوگ اسے کتابوں سے اخذ کرتے تو ہفتوں لگ جاتے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے اندر عصری نشست میں جب اساتذہ کو خاموش دیکھتے تو خود ہی کوئی مسئلہ چھیڑ کر علمی مباحث کا دفتر کھول دیتے۔

مولانا عبد الحق رضوی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے شارح بخاری کی ذات پر بولتے ہوئے کہا کہ آپ اگر چہ گوناگوں اوصاف و کمالات میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز و منفرد تھے لیکن جس عظیم وصف نے آپ کو اس مرتبہ عظمی پر فائز کیا ہے وہ آپ کا کمال تفقہ ہے کہ جس کی وجہ سے آپ اپنے اخلاف و اقران کے لیے قابل رشک و قابل تقلید ہو گئے تھے اور آپ کی بارگاہ میں اپنے وقت کا بڑا سے بڑا عالم و مفتی جب پہونچتا اور حضرت فقیہ النفس کی علمی اور فقہی موشگافیوں اور باریکیوں کو سنتا تو اپنے آپ کو علمی اعتبار سے بہت پست قامت سمجھنے لگتا اور ساری ہمہ دانی کا غرور خاک میں مل جاتا۔ آپ کی نوک قلم سے فتاویٰ کی تعداد ستر ہزار کے قریب ہے۔ فقہ و افتا میں آپ کی مہارت تامہ، نکتہ بینی، نکتہ سنجی، کمال تفقہ، وسعت مطالعہ، کثیر جزئیات فقہ پر اطلاع یابی، اور سرعت تحریر کو دیکھ کر اپنے وقت کے اجلہ علما نے آپ کو نائب مفتی اعظم ہند، فقیہ اعظم ہند اور فقیہ النفس جیسے عظیم الشان القاب و آداب سے نوازا اس کے علاوہ مولانا حسان رضا اور مولانا غلام جیلانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی زندگی میں حافظ ملت کی زندگی کے نمایاں عکس نظر آتے ہیں۔ ارقم بنارسی، اشہر مبارکپوری نے نعت پڑھی۔ اخیر میں صاحب سجادہ حضرت مولانا حافظ حمید الحق برکاتی نے آئے ہوئے کثیر تعداد میں علما، طلبہ، سامعین اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

اس موقع پر مولانا شمیم الزماں، مولانا صدر الوری، مولانا زاہد سلامی، مولانا نفیس احمد، مولانا شمیم احمد، مولانا سیف الدین، مولانا اقبال احمد، مولانا طیش محمد، مولانا عرش محمد، مولانا اسحاق احمد، مولانا خورشید احمد، مولانا شفیق احمد، قاری محمد فاروق، مولانا وصال احمد، مولانا ظہیر الحق، ڈاکٹر محب الحق، مولانا اختر کمال، مولانا ارشاد احمد، مولانا محمد عاصم اعظمی، مولانا ممتاز احمد، قاری محمد یونس، مولانا اشتیاق احمد، مولانا عبد الرحمان، مولانا محمد صدیق احمد، مولانا سعید القادری، مولانا عبد المبین، مولانا کمال اختر وغیرہ موجود تھے۔

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کے دو روزہ عرس کے پہلے دن مقابلہ قرات و نعت کا انعقاد کیا گیا۔ اس کی صدارت سجادہ نشین حضرت مولانا حافظ حمید الحق برکاتی نے کی۔ اس مقابلہ میں مدارس کے بچوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مقابلہ قرات میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے متعلّم محمد صداقت حسین اول، مدرسہ احسان العلوم گھوسی کے غلام نبی اعظمی دوم اور مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد کے محمد اویس رضا سوم رہے۔ مقابلہ نعت میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے متعلّم غلام محمد نے پہلا، مدرسہ امام عاصم گھوسی کے محمد معاذ نے دوسرا اور مدرسہ شمس العلوم گھوسی کے احمد حسین نے تیسرا مقام حاصل کیا۔ قرات اور نعت کے مقابلہ میں اول دوم اور سوم مقام پانے والے طلبہ کو مہمان خصوصی مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرام شریف کے ہاتھوں شارح بخاری کی تصنیفات کو بطور انعام دیا گیا۔

مولانا سید اویس مصطفی نے شارح بخاری کی شخصیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی خانقاہ کے اسلاف کو جن اوصاف حمیدہ پر گامزن پایا اسی طرح مفتی شارح بخاری نے اپنی زندگی کے ایام و لمحات گذارے انھوں نے بتایا کہ مدرسہ اظہار العلوم جہانگیر گنج میں میری فراغت کے وقت مفتی صاحب نے ہی ختم بخاری شریف کرایا تھا۔

از: امیر الدین شمسی گھوسی، مئو۔

سیدنا مخدوم علی ماہمی کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

ممبئی: خانقاہ صابریہ ساجدیہ کے زیر اہتمام پیر طریقت سید ساجد علی میاں چشتی صابری کی سرپرستی میں تقریباً ۱۹۸۸ء سے مالونی ملاڈ سے سرکار قطب کوکن سیدنا مخدوم علی فقیہ ماہمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں پیدل چل کر عقیدت مند حضرات صندل ونذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں، اس موقع پر تمام صابری ساجدی برادران کے علاوہ علاقہ کے معزز حضرات نے بھی کافی تعداد میں شرکت کیا۔ تقریباً ۲۰ سے ۲۲ کلو میٹر کا سفر پیدل طے کرتے ہوئے مختلف مقامات پر ٹھہرے۔ خانقاہ صابریہ چشتیہ میں نعت خوانی کی محفل منعقد کی گئی اس کے بعد انجمن جامع مسجد مالونی کے سامنے سے ۳/ بجے صندل شریف کی روانگی ہوئی، گورے گاؤں میں صابری برادران نے شربت وناشتہ کا اہتمام کیا، پھر یہ روحانی قافلہ لنک روڈ کے راستے بہرام باغ، قدم نگر مسجد میں نماز عصر ادا کی، وہاں پر موجود صابری ساجدی منصوری برادران نے اہل قافلہ کا استقبال کیا۔ مغرب کی نماز صابری مسجد جوگیشوری کے متّصل اپارٹمنٹ کے میدان میں ادا کی گئی۔ پیر طریقت الحاج سید ساجد علی میاں کے خلیفہ محمد یوسف صابری نے اپنے مخصوص انداز میں سامعین کے سامنے سرکار الشیخ مخدوم علی فقیہ مہائمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات کی تعلق سے سیر حاصل گفتگو فرمائی، آپ نے اپنے بیان میں کہا کہ سرکار قطب کوکن نے علم دین کے ذریعہ دین اسلام کی وہ خدمت کی کہ ان کی نظیر نہیں، ان کی روحانی شخصیت بھی قابل رشک ہے کہ آج ایک عالم ان کے روحانی فیضان سے فیضیاب ہو رہا ہے، آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ والدین کی پرورش میں ابتدائی علم حاصل کی اور تقریباً ۹/ سال کی کم عمر میں بہترین عالم دین ہوگئے مزید علم دین کے شوق کا اظہار فرمایا اور والدہ محترمہ نے دعا فرمائی کہ مولیٰ میرے فرزند کو بہتر علم کے لیے اسباب فراہم فرما تاکہ یہ علم دین مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مکمل سیراب ہوسکے، والدہ محترمہ کی یہ دعا بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو مقرر فرمایا اور اس طرح آپ نے حضرت خضر سے تعلیم حاصل فرمائی۔ مزید بیان جاری رکھتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ آج دنیا مخدوم ماہمی رحمۃ اللہ کے در سے فیضان حاصل کر رہی ہے ان کی شان عظمت اور بلندی کی خاص وجہ یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے ان کو یہ عظیم الشان مرتبہ ان کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کے ذریعے عطا فرمایا ہے، آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی ایسی خدمت وفرماں برداری کی کہ آج دنیا ان کی خدمت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ آج سرکار مخدوم ماہمی کی شان عظمت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ آج ہمارے معاشرہ میں والدین کی کیا قدر رہے؟ ہم کتنی محبت و فرماں برداری کا ثبوت دے رہے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم ان بزرگان دین کے نقش قدم اور ان کے اقوال وافعال پر پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

پروگرام کے بعد نماز عشا ادا کی گئی جناب محمد حنیف صابری اور ان کے رفقا نے لنگر کا اہتمام کیا، تمامی اہل قافلہ نے لنگر تناول فرمایا اس کے بعد یہ روحانی قافلہ اپنی منزل کی طرف تیزی کے ساتھ ایس وی روڈ ہوتے ہوئے رات کے تقریباً ۱۱/ بجے درگاہ معلی سرکار مخدوم علی مہائمی کی بارگاہ میں پہنچا، عقیدت مندوں نے صندل مبارک ونذر پیش کی گئی فاتحہ خوانی و دعا کے بعد صندل میں شریک تمام حضرات مخدوم ماہمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان حاصل کر کے اپنے گھر لوٹے۔

از: محمد شاہد عرشی صابری۔ ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے صابر ممبئی

اسلام پور میں ماہ نامہ ”پیغامِ حق“ کا رسمِ اجرا

محترم قارئین! اس میں کوئی شک نہیں کہ اتر دیناج پور کی سرزمین علما کی کثرت کے لحاظ سے کافی زرخیز ہے۔ فاضل اشرفیہ، عالم نوجواں، مولانا فداء المصطفیٰ قادری مصباحی نے بھی یہ عزم مصمم کر لیا ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ دینی امنگ پیدا کرنے اور بد عملی و بدمذہبیت سے بچانے کے لیے اپنی تنظیم ”تحریک پیغامِ حق“ کی جانب سے ماہ نامہ ”پیغامِ حق“ جاری کیا۔ اور تحریک کے سالانہ اجلاس ”اصلاح معاشرہ کانفرنس“ میں، مصلح قوم وملت حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی کے ہاتھوں اس کا رسمِ اجرا عمل میں آیا۔ یہ ماہ نامہ گوناگوں خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اس کے سارے مضامین عمدہ لب و لہجہ اور آسان اردو پر مشتمل ہیں۔ اگر کہیں پر کوئی سخت لفظ آبھی گیا، تو حاشیہ میں اس کا معنیٰ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ کہ ایک عام اردو داں بھی مضمون پڑھ کر نتیجہ نکال سکتا ہے۔ متعیّنہ کالموں کے ساتھ ایسے مشمولات کا انتخاب کیا گیا ہے جو عصر حاضر کی ضرورت ہیں۔ حضرت نعمانی صاحب اس ماہ نامہ کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ ”ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر میں پھیلایا جائے اور اس کے اجرا کو دوام کا جام پلایا جائے، اس کے لیے خون جگر ارزاں کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ مولانا فداء المصطفیٰ قادری مصباحی کی محنت و مشقت اور خلوص و تقویٰ اور ممبران تحریک پیغامِ حق کی سعی و کاوش سے یہ ماہ نامہ ضرور مقبول عوام وخواص ہوگا۔

از: شیر محمد، ٹھاکر گنج، کشن گنج

فاروقیہ بک ڈپو کا قابل قدر کارنامہ

علمائے اہلسنت کی تحقیق، تدوین، ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب عرس رضوی کے حسین موقعہ پر منظر عام پر

تفسیر احکام القرآن کامل 6 جلدیں

مفسر قرآن: علامہ محمد جلال الدین قادری — قیمت: 3500

آیات احکام کا مفصل لغوی وتفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔

مصباحین شرح جلالین کامل 7 جلدیں

مترجم وشارح: علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی — قیمت: 4500

داخل نصاب تفسیر کی مستند کتاب جلالین شریف کا متن قرآن کریم۔ ترجمہ کنز الایمان کے ساتھ تفسیر کا بامحاورہ ترجمہ واس کی مکمل شرح قرآن کریم، احادیث صحابہ وتابعین کے اقوال سے مزین کیا گیا ہے۔ آیت سے متعلق تمام احکام وقضایا اور کتاب وسنت سے ان کے دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ فقہی مسالک کے اقوال مع ادلہ وترجیح کا بھی اہتمام ہے۔ اس عظیم خدمت کو اردو قالب میں ڈھالنے کا کام برصغیر کے مایہ ناز ومعروف عالم دین علامہ محمد لیاقت علی رضوی نے انجام دیا ہے۔

صحیح بخاری شریف کامل 8 جلدیں

محقق ومترجم: علامہ ابوالعلائی محمد محی الدین جہانگیر — قیمت: 5000

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس بامحاورہ ترجمہ وامام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات علی البخاری کا ترجمہ وضاحتی الفاظ کے ہمراہ صحیح بخاری میں موجود آیات والفاظ قرآنی، صحابہ کرام کے آثار، تابعین وآئمہ محدثین کے اقوال، امام بخاری کی فقہی وتحقیقی آراء، جملہ افراد، اشخاص، قبائل، بلاد واماکن دیگر کی مفصل فہرست پہلی مرتبہ منصۂ شہود پر۔ ایک ایسا کارنامہ جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی کوئی بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

فضائل النبی علیہ السلام 6 جلدیں

مصنف: علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ — قیمت: 2200

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب جواہر البحار فی فضائل النبی المختار کا اردو میں سلیس وبامحاورہ ترجمہ جسمیں اصل عربی کی روح شامل ہے قاری کے ذہن میں عشق رسول کا سمندر موجیں مارنے لگتا ہے۔

رسائل رضویہ 17 جلدیں

مصنف: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ — قیمت: 2850

مختلف مسائل پر مشتمل امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ایک عظیم شاہکار رسائل رضویہ ۱۷ جلدیں

شرح مسند امام اعظم

مترجم وشارح: علامہ محمد یسین قصوری نقشبندی — Size: 20x30x8 Pages: 928

مسند امام اعظم کی دینی کتب میں جو اہمیت ہے اس سے ہر اہل علم واقف ہے اس میں امام اعظم کی فقاہت، ثقاہت فوقیت اور اہمیت کے اظہار کے لئے ماخذ ومرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تخریج فاضل مترجم کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

سعید الحق شرح جاء الحق فی رد المعترضین

تخریج وشارح: علامہ سعید اللہ خان قادری — Size: 20x30x8 Pages: 1014

عقائد اہلسنت وجماعت پر مشتمل کتاب جاء الحق کی شرح وتخریج اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات

جامع قصص الانبیاء

مصنف: علامہ ذوالفقار علی ساقی — Size: 20x30x8 Pages: 936

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ پر ابھی تک کوئی مستند وجامع کتاب مارکیٹ میں نہیں تھی۔ پہلی بار ہندوستان میں جامع قصص الانبیاء مستند تفاسیر، مشہور احادیث وعلماء اعلام کی کتب کے حوالوں سے مزین

نیز ہماری جلد منظر عام پر آنے والی کتب:

شرح تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل 3 جلدیں،

سنن نسائی شریف 3 جلدیں، اسرار خطابت 8 حصہ کامل 4 جلدیں، مقالات امینیہ مکمل

FAROOQIA BOOK DEPOT 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi - 110006

Ph.: (011) 23266053, 23267199, Email: farooqiabookdepot@gmail.com